غازی ملک ممتاز حسین قادری

کا اقدام

اسلام، ایمان اور قانون کی روشنی میں



مفکر اسلام علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

اسلامک میڈیا

mahboobqadri787@gmail.com

غازی ملک ممتاز حسین قادری

............کا اقدام............

اسلام، ایمان اور قانون کی روشنی میں

............تصنیف............

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

اسلامک میڈیا سنٹر

27۔اے شیخ ہندی سٹریٹ دربار مارکیٹ لاہور

042-37214940, 0300-9429027, 0321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

نام کتاب .... غازی ملک ممتاز حسین قادری کا اقدام......
اسلام، ایمان اور قانون کی روشنی میں

تصنیف .... علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

باہتمام .... اسلامک میڈیا سینٹر

پروف ریڈنگ .... علامہ محمد وقاص احمد قادری

صفحات 64

قیمت 50/-

.... ملنے کے پتے ....

دارالعلم داتا دربار مارکیٹ (سستا ہوٹل) لاہور...... مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی...... احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

انجمن محبان محمد ﷺ بڑی خانقاہ بہاری شریف (ڈڈیال ضلع میر پور آزاد کشمیر)

جامعہ اسلامیہ لاہور

ایچی سن سوسائٹی، میلاد سٹریٹ، گلشنِ رحمان، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

042-35300353-4, 0300-4407048, 0300-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

حسن ترتیب

میزانِ حروف

ناموس رسالت کا تحفظ اہم ترین دینی فریضہ ہے۔ چودہ صدیوں کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اس فریضے سے کبھی بھی سستی و غفلت کا ارتکاب نہیں کیا کیونکہ یہی اسلام ہے یہی ایمان ہے اور یہی ایمان کی جان ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے بالکل درست کہا تھا کہ:

نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی، حج بھی اچھا ___ مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر ___ خدا شاہد ہے میرا کامل ایماں ہو نہیں سکتا

گستاخ رسول کی حمایت میں بولنے، اصرار کرنے، ڈٹ جانے اور پھر شریعتِ اسلامیہ کا مذاق اڑانے والے بدنصیب گورنر کو ٹھکانے لگانے والے اس کے خوش نصیب محافظ مجاہد اسلام غازی ملک ممتاز حسین قادری کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ایک خاص پس منظر میں ہو رہی تھیں جبکہ دوسری طرف پوری امت اس غیرت و جرأت مندانہ اقدام کو ایمان کی آواز قرار دے رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفکر اسلام علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری کو اس نازک موڑ پر توفیق دی کہ وہ پوری جرأت و استقامت کے ساتھ میدان میں اترے اور نہ صرف قلمی جہاد میں حصہ لیا بلکہ غازی ممتاز حسین قادری کے ورثا سے ملے قانون دانوں سے ملاقاتیں کیں اور پھر قانونی محاذ پر نامور ریٹائرڈ جسٹس صاحبان اور نامور قانون دانوں جسٹس (ر) نذیر اختر، جسٹس (ر) میاں نذیر احمد غازی، جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف کو قانونی محاذ پر منظم کیا۔ علمی لبادہ اوڑھے بعض پاکستان اور یورپ میں بیٹھے نام نہاد جدید مفکرین، غامدی گروہ اوران کے حواریوں کی طرف سے اس اہم ایمانی مسئلہ کو متنازعہ بنانے کی کوششوں کو علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری نے ناکام بنایا۔ انہوں نے حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کی زیر نگرانی علمی حوالے سے مدلل و مسکت جوابات لکھے جو الگ کتاب کی صورت میں جلد منظرِ عام پر آرہی ہے۔ زیر نظر کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے پڑھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

8 مارچ 2012ء — غبارِ راہِ حجاز
شام چھ بجے — ملک محبوب الرسول قادری

mahboobqadri787@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امت کا اجتماعی ضمیر کبھی بھی گمراہی اور ضلالت کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ضمانت مہیا فرمادی ہے کہ ان کی امت کبھی بھی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں ہوسکتی۔ ہاں امت کے اس اجتماعی ضمیر سے بعض اوقات انتہائی قلیل افراد انحراف بھی کر لیتے ہیں اگر چہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے مصداق ہوتی ہے لیکن کسی بھی معاملہ میں اہمیت بہر حال جمہور امت کے اجتماعی ضمیر ہی کو حاصل ہوتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ امت کے اس اجتماعی ضمیر سے انحراف کرنے والے یہ قلیل افراد اکثر ایسا کرنے میں نہ تو مخلص اور نہ ہی وہ کسی اصول پر ہوتے ہیں بلکہ حب مال وجاہ اور حرص وہوس اکثر انہیں اس بے راہروی کی وادی تیہہ میں دھکیل دیتی ہے ان میں سے اگر کسی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ اس کے ازالہ کے لیے دوبارہ امت کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو یہ اس کی خوش بختی ہوتی ہے اس کے برعکس اگر جھوٹی انا کا پندار اور دنیوی اغراض و مفادات اسے پا بجولاں کر دیں اور وہ اپنے انحراف پر ہی مصر رہے تو جان لیجیے کہ وہ امت سے اس طرح کٹ جاتا ہے جیسے خزاں رسیدہ پتہ درخت سے۔

غازی ممتاز حسین قادری نے جب سابقہ گورنر سلمان تاثیر کو جہنم واصل کیا تو وہ سابقہ گورنر کی حفاظت پر مامور 15 رکنی حفاظتی دستے کی زد میں تھے اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ انہیں سلمان تاثیر کے قتل بعد موقعہ پر ہی مار دیا جاتا۔ وہ خود بھی یہی توقع رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے اس اقدام کی وضاحت کے لیے اپنی پتلون اور قمیص کی جیبوں میں وضاحتی تحریر لکھ کر رکھ دی تھی کہ گستاخ رسول واجب القتل ہوتا ہے بالفاظ دیگر ہر ایک پر واضح رہے کہ انہوں نے ایک شاتم کو قتل کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ سلمان تاثیر کی حفاظت پر ماموران کے دیگر ساتھی اس اقدام کے بعد مبہوت ہو گئے اور یوں غازی کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور انہیں حراست میں لے لیا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو اس وقت ان کی شہادت منظور نہیں تھی وہ غالب حکمت والا ہے بسا اوقات انسان اس کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے لیکن اس علیم وخبیر ذات کا کوئی بھی

امر خالی از حکمت نہیں ہوتا لہذا غازی ممتاز حسین قادری کو زندہ رکھنا بھی کئی حکمتوں کا حامل ہے سب سے بڑی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ اللہ رب العزت نے جہاں غازی ممتاز حسین کا مقدمہ لڑنے اور اس پر اپنی عقیدتیں نچھاور کرنے والے وکلاء، علمائے کرام اور عوام کے سروں پر شرف و کرامت کا تاج سجایا ہے وہاں کچھ کالی بھیڑوں کو بھی بے نقاب کر دیا ہے جو انہی صفوں میں چھپی ہوئی ہیں اور اب شومئی قسمت سے بعض علماء کے روپ میں بھی نظر آرہی ہیں اور انہی کا ذکر ہم نے اپنی تحریر کی ابتدا میں کیا ہے۔

غازی ممتاز حسین قادری کو انسداد دہشت گردی کی عدالت کے طرف سے دو بار سزائے موت سنائی گئی ہے اس فیصلے کے خلاف استاذ العلماء حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ، محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، خطیب بے بدل حضرت مولانا محمد حنیف قریشی اور حضرت مولانا احمد علی قصوری جیسے جید علمائے کرام کے اصرار پر غازی ممتاز حسین قادری کو فیڈرل ہائی کورٹ میں اپیل دائر کرنے پر آمادہ کیا گیا اس اپیل کو سماعت کیلئے منظور کر لیا گیا ہے۔ امت کے تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں اور اسلاف و اخلاف میں سے کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان از خود اقدام کرتے ہوئے کسی شاتم کو قاضی یا امام سے سبقت لے کر قتل کر دیتا ہے تو اس پر نہ تو کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ حتی کہ جنہوں نے پوری امت سے کٹ کر یہ رائے دی ہے کہ شاتم کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے کو بھی سزائے موت دی جائے گی وہ بھی ماضی میں اسی موقف کے پرزور حامی رہے ہیں کہ شاتم کا خون رائیگاں اور اسے قتل کرنے والے پر قصاص نہیں ہے۔ اب انہوں نے یہ موقف کیونکر اختیار کیا اور امت کے اجتماعی ضمیر اور اپنے سابقہ موقف سے کیونکر انحراف کیا اس کا جواب تو وہ خود ہی دے سکتے ہیں لیکن اس ترقی معکوس پر ہمیں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا — کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ان کا یہ بیان اس وقت منظر عام پر لایا گیا جب غازی صاحب کا ٹرائل آخری مراحل میں تھا۔ 25 ستمبر کو یہ بیان منظر عام پر آیا اور صرف چھ دن بعد یکم اکتوبر کو غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف فیصلہ سنا دیا گیا ان کی بجائے اگر یہ بات کوئی اور شخص کرتا تو یہ سمجھ کر اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا کہ وہ کتاب و سنت اور شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے نابلد ہے یا اسے قانون کی حکمرانی

اور پاسداری کے منافقانہ مغربی تصور کا ہیضہ ہو گیا ہے کیونکہ اہل مغرب اپنے لیے تو قانون میں استثنیٰ کی کئی نامعقول راہیں بھی تلاش کر لیتے ہیں بلکہ وقت آنے پر مطلب براری کے لیے غیر قانونی طور پر بھی اس استثنیٰ کے اطلاق پر مصر ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو بہر حال قانون کی پاسداری کا درس دیتے رہتے ہیں یہی اہل مغرب ریمنڈ ڈیوس کیس میں ہماری حکومت اور وزارت خارجہ پر یہ دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اس کا نام سفارت کاروں کی فہرست میں شامل کر دیں اور عدالتوں کو یہ خط لکھ دیں کہ ایک سفارتکار ہونے کے ناطے سے اسے استثنیٰ حاصل تھا یہی اہل مغرب کے قانون کی پاسداری کے دعوؤں کا منافقانہ پہلو ہے اہل مغرب کا معاملہ کچھ بھی ہو لیکن ایک صاحب علم شخصیت کو یہ بات بہر حال زیب نہیں دیتی کہ وہ امت کے اجتماعی ضمیر سے ہٹ کر کوئی ایسی بات کر دے جو خود اس کے اپنے علمی موقف کے بھی برعکس ہو اور علمی مؤقف بھی وہ جس کے ذریعے اس نے امت کے جذبات کیساتھ کھیل کر مقبولیت حاصل کی ہو۔

اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ کیا وجوہ تھیں جن کی بنا پر علمائے حق نے سلمان تاثیر کو شاتم اور کافر قرار دیا اور غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف فیصلہ سنانے والی عدالت نے ان امور کو یکسر نظر انداز کر کے ایک غلط فیصلہ سنایا۔

کافر و شاتم سے موالات سبب کفر ہے

ہماری دانست میں غازی ممتاز حسین قادری کے ٹرائل کا منہج ہی غلط تھا کیونکہ آئین پاکستان کی رو سے کتاب و سنت ملک کا سپریم لاء ہے اور کتاب و سنت کے سپریم لاء ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ عدالت پہلے یہ بات متعین کرتی کہ ملعونہ آسیہ مسیح جو کہ قانون امتناع توہین رسالت کے تحت ملک کی ایک مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ تھی اس کے ساتھ سلمان تاثیر نے قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے جس طرح ہمدردی اور موالات کا اظہار کیا وہ اپنے اس فعل سے کیا آسیہ مسیح جیسا یعنی شاتم رسول ہی نہیں ہو گیا تھا کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ	اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
(المائدۃ:۵۱)

ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ومنھم، کے الفاظ اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ کافر کے ساتھ موالات کرنے والا بھی کفار ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ متقدمین احناف میں سے امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے متعلق لکھا ہے:

لوأرا د المسلمین لکانوا اذا تولوا الکفار صاروامرتدین
(احکام القرآن للجصاص:۵۵۵/۲)

اگر یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرتی ہے تو مسلمان تو کفار کا ساتھ دینے کے سبب مرتد ہو جاتے ہیں۔

شیخ ابن حزم نے بھی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

و صح ان قول اللّٰہ تعالٰی و من یتولھم منکم فانہ منھم انما ھو علی ظاھرہ، بانہ من جملۃ الکفار فقط، و ھذا حق لا یختلف فیہ اثنان من المسلمین
(المحلی:۱۳۸/۱۱)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ومن یتولھم منکم فانہ منھم کو اس کے ظاہر پر رکھنا ہی صحیح و درست ہے کہ اس کا شمار بھی انہی تمام کافروں میں سے ہوگا۔ یہ ایک ایسی حق بات ہے کہ کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

ہم کہتے ہیں بفرض محال اگر کسی کے بقول سلمان تاثیر نے گستاخانہ کلمات نہ بھی کہے ہوں تو اس حقیقت سے انکار کرنے کی کون جسارت کر سکتا ہے کہ اس نے ایک ایسی سابہ مشرکہ کے ساتھ موالات کا اظہار کیا تھا جس کو ملک کی مجاز عدالت کی طرف سے اس پر عائد توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر سزا سنائی جا چکی تھی۔ وہ اس کی سزا معاف کرانے کے لیے اس حد تک متوالا ہو گیا تھا کہ اسے نہ تو اپنے منصب کا ہوش رہا اور نہ ہی اپنے حلف کا۔ بلکہ اس نے تمام حدود پھلانگتے ہوئے نہ صرف توہین عدالت کا ارتکاب کر ڈالا بلکہ اپنے قانون ساز اداروں اور پورے عدالتی نظام کی توہین بھی کر ڈالی۔ اس نے برسر عام یہ اعلان کیا کہ وہ بہر حال اس شاتمہ کو سزا سے بچا کر رہے گا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سابہ مشرکہ کیساتھ اس کی موالات کس قدر گہری

تھی لہٰذا وہ مذکورہ آیت کریمہ کی رو سے بھی کافر و مرتد قرار پاتا ہے اور شاتمین و مرتدین میں سے ہو جاتا ہے۔

رضا بالکفر بھی کفر ہے

قرآن حکیم میں تو یہاں تک تنبیہ وارد ہوئی ہے کہ جب کوئی اللہ کی آیات کا انکار کر رہا ہو یا ان کا مذاق اڑا رہا ہو تو اس کے ساتھ بھی نہ بیٹھو ورنہ تم بھی اس جیسے ہو جاؤ گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (النساء:۱۴۰)	اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کیساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

پھر سلیمان تاثیر کا شتم رسالتمآب کے جرم میں سزایافتہ مجرمہ کیساتھ اظہار ہمدردی کرنا اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت اسے ملک کی مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا بایں طور بھی صریحا کفر ہے کیونکہ یہ کلمات ادا کر کے سلمان تاثیر اس شاتمہ کے کفر پر راضی ہوا اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔

شتم رسول کے باعث کفر میں اضافہ

جب کوئی کافر حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو اس کے کفر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ	بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی

هُمُ الضَّآلُّوْنَ اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔

(ال عمران:۹)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح

اس آیت کے تحت امام المفسرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ کس چیز سے ان کے کفر میں اضافہ ہوا انہوں نے اس مسئلہ پر اہل علم کا اختلاف بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دینے والا مرتد ہے کہ وہ کفر پر اصرار کرتا ہے ایک کفر کے ساتھ دوسرے کفر کو ملا لیتا ہے پھر انہوں نے اس دوسری صورت کے حوالے سے اہل تفسیر کے چار اقوال نقل کیے ہیں جن میں پہلا قول یہ ہے:

ان اهل الكتاب كانوا مؤمنين بمحمد عليه السلام قبل مبعثه، ثم كفروا به عندالمبعث، ثم ازدادوا كفراً بسبب طعنهم فيه كل وقت و نقضهم ميثاقه و فتنتهم للمؤمنين وانكارهم لكل معجزة تظهر

(تفسیر کبیر: ۲۸۶/۸)

اہل کتاب، بعثت سے پہلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے تھے اور بعثت کے وقت انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا اور پھر ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقض میثاق کرنا، اہل ایمان کو پریشان کرنا اور ہر معجزہ کا انکار کرنا اس کفر میں اضافہ کے اسباب تھے۔

اہل تفسیر کے اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا کفر میں اضافہ کا سبب ہے۔

چنانچہ شاتمہ آسیہ مسیح پہلے بھی کافر تھی اور شتم رسالتمآب کی وجہ سے اس کے کفر میں اضافہ ہو گیا تھا سلمان تاثیر کا اس سابہ مشرکہ کے ساتھ اظہار ہمدردی اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اسلامی قانون پر ہرزہ سرائی کرنا اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال

امام قرطبی ارشاد الٰہی (وقد نزل عليهم في الكتاب۔ سورۃ النساء کی آیت: 104)

کے تحت فرماتے ہیں:

(انكم اذا مثلهم) فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصى اذا ظهر منهم منكر لان من لم يجتنبهم فقد رضى فعلهم و الرضا بالكفر كفر قال الله عزوجل (انكم اذا مثلهم) فكل من جلس معصية و لم ينكر عليهم يكون معهم فى الوزر سواء و ينبغى ان ينكر عليهم اذا تكلموا عليهم فينبغى ان يقوم عنهم حتى لا يكون من أهل هذه الاية

(الجامع لاحکام القرآن:۵/۴۱۸)

الفاظ(انكم اذا مثلكم) یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب گناہ گار لوگوں سے برائی کا صدور ہوتو ان کی صحبت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو ان کی صحبت سے اجتناب نہ کرے تو وہ ان کے فعل پر راضی ہو جاتا ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں تم انہی کی طرح ہو، پس ہر کوئی جو گناہ کی مجلس میں بیٹھے اور اس پر رد بھی نہ کرے تو وہ ان کے گناہ کے بوجھ میں ان کے ساتھ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ وہ ان کا رد کرے اور جب وہ گناہ میں مشغول ہوں تو وہ ان کی مجلس سے اٹھ جائے۔ تاکہ وہ اس آیت کے حکم کے تحت داخل نہ ہو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال

امام المفسرین امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال اهل العلم : هذا يدل على ان من رضى بالكفر فهو كافر و من رضى بمنكر يراه و خالط أهله و ان لم يباشر كان فى الاثم بمنزلة المباشر بدليل انه تعالىٰ ذكر لفظ المثل هنا۔هذا اذا كان الجالس راضياً بذلك الجلوس فأما اذا

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے اور اہل معصیت کے ساتھ مل جائے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل ہوگا جیسے اس نے گناہ کیا ہو۔

کان ساخطاً لقولهم و انما جلس علی سبیل التقیة و الخوف فالامر لیس کذلك و لهذه الدقیقة قلنا بان المنافقین الذین کانوا یجالسون الیهود و کانوا یطعنون فی القرآن و الرسول کانوا کافرین مثل اولئك الیهود و المسلمون الذین کانوا بالمدینة کانوا بمکة یجالسون الکفار الذین کانو یطعنون فی القرآن فانهم کانوا باقین علی الایمان والفرق ان المنافقین کانوا یجالسون الیهود مع الاختیار والمسلمین کانوا یجالسون الکفار عند الضرورة۔

(التفسیر الکبیر ۵/۴۱۵)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلمہ ''مثل'' ارشاد فرمایا ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا ان کے ساتھ بیٹھنے پر راضی بھی ہو جہاں تک ان کی باتوں سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنے کا تعلق ہے یا وہ بطور تقیہ یا کسی خوف کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھا ہو تو پھر معاملہ اس طرح نہیں ہوگا۔ یعنی اس کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جائے گی۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ منافقین یہودیوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور یہودی قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ پر نعوذ باللہ طعنہ زنی کرتے تھے اس لئے وہ منافقین بھی انہیں یہودیوں کی طرح کافر ہیں اور وہ مسلمان جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کافروں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اپنے ایمان پر باقی رہے جبکہ کفار قرآن حکیم پر طعنہ زنی بھی کرتے تھے اس میں فرق یہ ہے کہ منافقین یہود کے ساتھ اپنے اختیار کے ساتھ بیٹھتے تھے جبکہ مسلمان کفار کے ساتھ مجبوری کے تحت بیٹھتے تھے۔

فقہاء کی آراء

اب اس ضمن میں فقہاء کرام کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الرضا بالکفر کفر — کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔

(الفتاوی قاضی خان: ۲/۳۶۷)

محیط برہانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

و قد عثرنا علی روایة ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان الرضا بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل

ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے مطلع ہیں کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔

(المحیط البرھانی: ۷/۳۹۹)

استخفاف شریعت باعث کفر ہے

پھر سلمان تاثیر کا اس قانون کو کالا قانون کہنا جسے ملک میں شرعی حد کے طور پر رائج کیا گیا ہے اور اس کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ استخفاف شریعت اور اہانت رسول کا مرتکب ہوا تھا۔

۳۔ اللہ رب العزت یہ ارشاد فرماتا ہے:

ذالك لتؤمنوا بالله و رسوله وتلك حدود الله، وللكفرين عذاب اليم

(سورۃ المجادلۃ: ۴)

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات

تفسیر بیضاوی میں "و للکافرین" سے مراد ان لوگوں کو لیا گیا ہے جو حدود الٰہی کو قبول نہیں کرتے۔

"أی الذین لا یقبلونها" — جو ان (حدود) کو قبول نہیں کرتے۔

اسی مقام پر صاحب تفسیر بیضاوی نے یہ تصریح بھی کی ہے۔

أی فرض ذالك لتصدقوا بالله ورسوله فی قبول شرائعه ورفض ما کنتم علیه

یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود کی جگہ

فی جاھلیتکم — دوسری حدیں مقرر کر لیتے ہیں جن پر وہ اپنی جاہلیت کے دور قائم تھے۔

(تفسیر البیضاوی: ۳۰۹/۵)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز توضیح

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و للکفرین: أی الذین یتعدونھا ولا یعملون بھا — وللکفرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے۔

(روح المعانی: ۳۰۱/۲۷)

اس سے اگلی آیت (۵) کے تحت علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی مقرر کردہ حدود کے سوا دوسری حدیں خود وضع کر لیتے ہیں یا دوسروں کی وضع کردہ حدود کو اختیار کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے بیضاوی کی اس تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے شیخ اسلام سعد اللہ چلپی کا یہ قول نقل کیا ہے:

وعلی ھذا ففیہ و عید عظیم للملوک وأمرا السوء الذین و ضعوا امور أ خلاف ما حدہ الشرع و سموھا الیسا والقانون

(روح المعانی: ۳۰۱/۲۸)

اس آیت میں ان بادشاہوں اور حکام سوء کے لیے سخت وعید ہے جنہوں نے شریعت کی مقرر کردہ حدود کے خلاف بہت سے احکام وضع کر لیے ہیں اور ان کا نام قانون رکھا ہے۔

پھر علامہ آلوسی شرعی قوانین کے مقابلے میں وضعی قوانین کی حیثیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا شك فی کفر من یستحسن القانون و یفضلہ علی الشرع و یقول : ھو اوفق بالحکمۃ واصلح للأمۃو یتمیز غیظاً و یتقصف غضباً اذاقیل لہ فی امر : امر الشرع فیہ کذا کما شاھدنا ذلك فی

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو اس قانون کو مستحسن اور شریعت کے مقابلہ میں افضل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زیادہ حکیمانہ اور قوم کے لیے زیادہ مناسب و موزوں ہے اور جب کسی معاملہ میں اس سے

بعض من عذلهم الله

(روح المعانی: ۳۰۲/۲۸)

کہا جائے کہ شریعت کا حکم اس کے بارے میں یہ ہے تو اس پر غصے میں بھڑک اٹھتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصریح ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے جو سلمان تاثیر کی طرف سے کی جانے والی تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کی ہرزہ سرائی کی باطل تاویلیں کر رہے ہیں۔

دیگر جید مفسرین کے اقوال

(۱) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وللكفرين، بها وهم جاحد واهذه الحدود و غير ها من فرائض الله ان تكون من عندالله

(جامع البیان: ۱۶/۱۴)

" وللكفرين " سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی حدود کا انکار کرتے ہیں اوران پر جھگڑا کرتے ہیں اوران کے علاوہ ان فرائض پر بھی جھگڑا کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و للكفر ين : الذين لا يعملون احكام الله تعالىٰ و لا يمتنعون عن المحرمات ويتجاوزون من حدوده

(تفسیر مظہری: ۲۰۵/۹)

کفار سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کو نہیں مانتے اور محرمات سے باز نہیں رہتے اوراس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔

(۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وللكفرين عذاب اليم، أى لمن لم يصدق باحكام الله تعالى عذاب جهنم

(الجامع الاحکام القرآن: ۲۳۳/۱۷)

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

نفاذ حدود میں عدل ضروری ہے

کسی شرعی حکم یا حد کا استخفاف کرنا تو ایک طرف اگر کوئی حاکم اچھی نیت کے ساتھ کسی مصلحت کی بنا پر بھی حد کے نفاذ میں اپنی مرضی کیساتھ معمولی کمی بیشی کر دیتا ہے تو اس کے بارے میں بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسے حاکم کو واصل جہنم کر دیا جائے گا حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی امام المفسرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ النور کی آیت ۲ کے تحت نقل کیا ہے:

یؤتی بوال نقص من الحد سوطاً فیقال له لم فعلت ذاك ؟ فیقول رحمة لعبادك، فیقال له انت ارحم بهم منی فیؤمر به الی النار، و یؤتی بمن زاد سوطاً فیقال له لم فعلت ذلك ؟فیقول لینتهوا عن معاصیك فیقول انت احکم به منی فیؤمر به الی النار

(التفسیر الکبیر: ۱۴۰/۲۳)

قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں سے ایک کوڑا کم کر دیا تھا پوچھا جائے گا یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ کہے گا آپ کے بندوں پر رحم کھا کر۔ ارشاد ہو گا اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا پھر حکم ہو گا لے جاؤ اسے دوزخ میں ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا پوچھا جائے گا تو نے یہ کس لیے کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا تا کہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہو گا اچھا، تو ان کے معاملے میں مجھ سے زیادہ حکیم تھا، پھر حکم ہو گا لے جاؤ اسے دوزخ میں۔

توہین شریعت اور فقہی آراء

اب ہم اس حوالے سے چند فقہی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔

امام عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ توہین شریعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

والا ستهانة بها کفر و الا ستهزا ء علی

اور شریعت کی توہین کرنا کفر اور شریعت کا

الشریعة کفر مذاق اُڑانا کفر ہے

(العقائد النسفیۃ:۱۶۸)

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

لان ذلك من امارات التكذيب

کیونکہ یہ چیز تکذیب و جھٹلانے کی علامات میں سے ہے۔

(شرح العقائد النسفیۃ:۱۶۸)

ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و فی البزازية قيل قلم الاظفار سنة فقال لا افعل و ان كان سنة كفر

(فتح الغفار:۲۵۳)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے کسی نے کہا میں نہیں کاٹوں گا اگرچہ سنت ہے تو یہ کہنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔

محیط برھانی میں ہے:

رجل قال مع اخر: كلما كان ياكل رسول ﷺ كان يلحس اصابعه الثلاثه فقال ذلك الرجل (نعوذ بالله) اين بى ادبى است فهذا كفر ـــــ رجل قال لاخر: احلق رأسك و قلم اظفارك فان هذا سنة رسول ﷺ فقال ذلك الرجل لا افعل و ان كان سنة فهذا كفر۔لانه قال ذالك على سبيل الانكار و الرد و كذافى سائر السنن خصوصًا فى سنة معروفة و ثبوتها بالتواتر كالسواك و غيره۔

(المحیط البرھانی:۷/۴۰۸)

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی مبارک تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ بے ادبی ہے تو یہ کفر ہے۔۔۔اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنا سر منڈوا دو یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا اگرچہ یہ سنت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا۔ یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی ہے یہی حکم تمام سنتوں کا ہے جو معروف ہیں اور جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔

حضور ﷺ کے ساتھ صریح بغض موجب کفر ہے

پھر ایک سابہ مشرکہ کی سزا معاف کروانے کے لیے تمام قانونی چارہ جوئی کا راستہ ترک کر کے براہِ راست صدر سے رحم کی اپیل کرنے پر اس ملعونہ کو آمادہ کرنا اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم کروانے کے در پے ہو جانا حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ اس کے صریح بغض پر دلالت کرتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ معمولی بغض رکھنے والا شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اپنے ایسے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا اور امت سے اس کے ساتھ نپٹنے کا مطالبہ کیا۔ یہ ارشادات رسالتمآب ﷺ ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک بندہ جو حضور کو برا بھلا کہتا تھا۔

مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي؟ فَقَالَ خَالِد أنَا فَبَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَتَلَهُ

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۱۹۵/۲)

حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرے دشمن کو کفایت کر جائے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ حضور ﷺ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

۲۔ بلقین کے ایک شخص سے روایت کیا گیا ایک عورت جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔

فَقَالَ: مَنْ يَكْفِينِي عَدُوَّتِي، فَخَرَجَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَتَلَهَا

(مصنف عبدالرزاق: ۳۰۷/۵)

حضور ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کون ہے جو میری اس دشمن کے لئے کفایت کر جائے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔

۳۔ عکرمہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کو ایک شخص نے گالی دی۔

فَقَالَ مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي فَقَالَ الزبير أنَا فَبَارَزَهُ فَقَتَلَهُ الزُّبَيْر فَاعطاه النَّبِي ﷺ سَلَبه

(مصنف عبدالرزاق: ۳۰۷/۵)

حضور ﷺ نے فرمایا اسے قتل کرنے کے لئے کون ہے حضرت زبیر نے کہا میں تو حضرت زبیر نے اسے قتل کیا تو حضور ﷺ نے اس گستاخ مقتول کا ساز و سامان

حضرت زبیر کو ہی عطا فرمایا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا مطالبہ بھی فرمایا اور انہیں قتل کرنے کا سبب یہ قرار دیا کہ ان ملعون نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ ارشاد رسالتمآب ﷺ ملاحظہ ہو:

قال عمرو: سمعت جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما یقول: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من لکعب بن الاشرف ؟ فانہ قد اذی اللہ ورسولہ، فقام محمد بن مسلمۃ فقال یا رسول اللہ ﷺ أتحب ان أقتلہ؟ قال :نعم

(صحیح بخاری: رقم ۴۰۳۷)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کے لیے کون ہے؟ کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے دشمن کے ساتھ موالات کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سلمان تاثیر دراصل حضور ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا تھا۔ سیدنا المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لاعداء ثلثۃ عدوك و عد و صدیقك و صدیق عدوك۔

(نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید، الجزء التاسع عشر، داراحیاء التراث العربی بیروت: ۳۸۴/۴)

دشمن تین ہیں ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

ان صریح ارشادات نبوی ﷺ اور سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تصریح کے بعد ایک ایسی شاتمہ جو اپنے جرم کا اعتراف کر چکی ہے اور اسے مجاز عدالت کی طرف سے سزا سنا دی گئی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا دراصل حضور ﷺ کی دشمن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت کی صریح دلیل ہے جبکہ اسے ملک میں رائج قانون کے تحت مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت کہنا اور اس کی سزا معاف کروانے کے لیے اپنی منصبی ذمہ داریوں تک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عدالتی نظام سے بالاتر ہو کر کوشش کرنا اور

تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کے در پے ہو جانا اور اسے ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا۔ سلمان تاثیر کے وہ جرائم ہیں جن سے اس کا شاتم رسول ہونا اظہر من الشمس ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کفر ہے

اس کی بیٹی بانو تاثیر کی گواہی کے تحت اس کا باپ سلمان تاثیر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور وہ پختہ ارادہ رکھتا تھا کہ وہ اس آئینی شق کو ختم کروائے گا۔ چنانچہ اس کا احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کی مخالفت کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کا منکر تھا جبکہ عقیدۂ ختم نبوت جو کہ نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(الاحزاب:۳۳،۴۰)

اس کے علاوہ متعدد نصوص قرآنی اس عقیدہ پر دلالت کرتی ہیں حضور ﷺ کے متعدد ارشادات بھی اس عقیدہ پر نصوص صریحہ کا درجہ رکھتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال النبی ﷺ: مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان و ختم بی الرسل و فی روایۃ فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین

(مشکاۃ المصابیح: رقم الحدیث ۵۴۹۸)

میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایک خوبصورت عمارت کی طرح ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ دیکھنے والے اس کے اردگرد گھومیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرنے لگیں سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ وہ میں ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی۔ مجھ سے وہ عمارت مکمل ہو گئی اور رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم

النبیین ہوں۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ملاحظہ ہو:

قال النبی ﷺ: انا خاتم النبیین

(مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین: رقم ۵۹۶۱)

حضور ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں۔

ترمذی شریف کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

(سنن الترمذی: ۴۹۲/۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

معروف حنفی فقیہ حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذالم یعرف ان محمد ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم و لانہ من الضروریات

(الاشباہ والنظائر: ۹۱/۲)

جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

اذا لم یعرف الرجل آن محمد ا ﷺ آخر الانبیاء علیھم و علی نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمہ

(الفتاویٰ الھندیہ: ۲۶۳/۲)

جب کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اسی طرح یتیمہ میں ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت پر اجماع نقل کیا ہے:

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انہ خاتم المرسلین کما انہ خاتم النبیین

(الیواقیت الجواہر: ۲۳۹/۲)

جان لو اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین ہیں جیسا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و کذا مخالفة او انکارها اجمع علیه بعد العلم به لانه ذالك دلیل علی ان التصدیق مفقود

(ردالمحتار:٦/٣٥٦)

اور اسی طرح مخالفت کرنا یا جاننے کے بعد اس مسئلہ کا انکار کر دینا جس پر اجماع ہو کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تصدیق موجود نہیں ہے۔

کتاب وسنت اور فقہائے کرام کے مذکورہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے تو جو کوئی بھی اس کا انکار کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا انکار قطعاً کفر ہے اور اس بات کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

چنانچہ سلمان تاثیر جو اپنی بیٹی کی گواہی کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور اسے ختم کروانے کے درپے تھا وہ دراصل نہ تو عقیدہ ختم نبوت کو ماننے والا تھا اور نہ ہی وہ احمدیوں کو عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی بنا پر کافر مانتا تھا۔ لہٰذا اس کا یہ عمل بلاشبہ اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

عدالت کے لیے ضروری تھا کہ وہ غازی ممتاز حسین قادری کے مقدمے میں پہلے یہ جانچ کرتی کہ اگر کوئی شخص گستاخی اور کفر کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو جاتا ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا ایسا شخص ازروئے کتاب وسنت مباح الدم قرار پاتا ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان ایسے مباح الدم شخص کو قاضی یا امام سے سبقت لے کر قتل کر دیتا ہے تو کیا وہ کسی سزا کا مستوجب ہے؟ کتاب وسنت کے سپریم لاء ہونے کا تقاضہ یہ تھا کہ عدالت سب سے پہلے اوپر اٹھائے گئے سوالات کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں تلاش کرتی۔ اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ سلمان تاثیر سے کفر وارتداد اور اہانت رسول کا ارتکاب نہیں ہوا تو وہ قتل ناحق پر غازی ممتاز حسین قادری کو سزائے موت کا حکم سنا سکتی تھی۔ اگر اس کے برعکس یہ بات ثابت ہو جاتی کہ سلمان تاثیر نے کفر وارتداد اور گستاخی رسول کا ارتکاب کیا ہے تو پھر اس کا قتل ناحق نہیں تھا کیونکہ وہ مباح الدم ہو چکا تھا اور اگر ایسے شخص کو ازخود اقدام کرتے ہوئے قاضی اور امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیا جائے تو اس کا خون رائیگاں قرار دیا جائے گا۔ اور اس قتل پر قصاص ودیت نہیں ہوگی۔ یہ بات خود حضور ﷺ کے متعدد فیصلوں سے ثابت ہے جن میں حضور ﷺ نے شاتمین کے خون کو باطل

اور رائیگاں قرار دیا جنہیں از خود اقدام کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہنم واصل کر دیا تھا۔ انہی نصوص صریحہ کی روشنی میں ائمہ اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص و دیت نہیں ہے۔

لیکن یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے آئین میں دعویٰ تو کتاب و سنت کے سپریم لاء ہونے کا ہے اور فیصلہ کرنے والے جج یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا اقدام کتاب و سنت کے رو سے تو درست ہے لیکن میں آپ کو ملکی قوانین کے تحت سزا دے رہا ہوں۔ تف ہے اس منافقت اور تضاد فکر و عمل پر۔

یہ تو حقیقت ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کے معاملہ کی لیکن بعض عاقبت نا اندیش حضرات پوری امت سے کٹ کر غازی ممتاز حسین قادری کو سزا دلوانے اور سلمان تاثیر کو معصوم ثابت کرنے کے لیے نت نئی تاویلات کا سہارا لے رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی باطل تاویلات کا محاکمہ کیا جائے۔

کیا یہ قانون آمر کا بنایا ہوا ہے؟

بعض عاقبت نا اندیش یہ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر نے توہین ناموس رسالت کے قانون کو اس لیے کالا کہا تھا کہ یہ قانون ایک آمر کے دور حکومت میں بنایا گیا اور یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے انسانوں کے بنائے قانون کو کالا قانون کہنے سے اہانت رسول نہیں ہوتی (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) وطن عزیز کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ قانون حضور کے عہد سے رائج ہے اور تواتر کے ساتھ امت اس پر عمل پیرا ہے ماضی قریب میں غازی علم الدین شہید اور عامر چیمہ شہید نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شتم رسول کا ارتکاب کرنے والوں کو واصل جہنم کیا یہ الگ بات ہے کہ کئی وجوہ کی بنا پر یہ قانون کبھی رائج و نافذ رہا اور کبھی نہیں کبھی اصل حالت میں نافذ رہا اور کبھی اسے غیر مؤثر بنانے کے لیے بالکل نرم کر دیا گیا حتی کہ یہ قانون مغلیہ دور میں بھی برصغیر پاک و ہند میں رائج رہا لیکن جب انگریزوں نے یہاں اپنا غاصبانہ قبضہ جمایا تو انہوں نے توہین رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا جس پر مسلمان نہ صرف حضور ﷺ کے شاتموں کو ماورائے قانون قتل کر کے تختہ دار پر جھولتے رہے اور سعادت دارین حاصل کرتے رہے بلکہ وہ یہ احتجاج بھی کرتے رہے

کہ توہین رسالت کا اصل قانون بحال کیا جائے لیکن انگریزوں کے زیر سایہ تشکیل پانے والی قانون ساز اسمبلی نے تعزیرات ہند میں ایک معمولی سی دفعہ a-295 کا اضافہ کرنے پر اکتفا کیا جس کے تحت توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال قید یا جرمانہ مقرر ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی کافی عرصہ تک توہین رسالت کے جرم کے حوالے سے کوئی قانون نہ بن سکا بالآخر اس قبیح جرم کی روک تھام کے لیے تعزیرات پاکستان میں c-295 کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت شاتم رسول کی سزا موت یا عمر قید قرار پائی لیکن اہل اسلام عمر قید کی متبادل سزا پر مطمئن نہ ہوئے۔ چونکہ پوری امت شاتم رسول کے وجوب قتل پر متفق ہے لہٰذا اس قانون کو دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا گیا یہ پٹیشن دائر کرنے کی سعادت ملک کے معروف قانون دان محمد اسماعیل قریشی کے حصے میں آئی جس پر وفاقی شرعی عدالت نے اس پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے عمر قید کی متبادل سزا کو غیر اسلامی قرار دے دیا اور حکومت پاکستان کو یہ حکم دیا گیا وہ 30 اپریل 1991 تک عمر قید کی سزا کو c-295 کے متن میں سے حذف کر دے حکومت نے ابتداً اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی لیکن سابقہ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بعض مخلصین امت کے متوجہ کرنے پر یہ اپیل واپس لے لی اور یوں اس قانون سے متبادل سزا کے الفاظ حذف ہوئے۔ اب فرمائیں کہ جب وفاقی شرعی عدالت نے c-295 سے متبادل سزا کے الفاظ حذف کرنے کا حکم دیا اس وقت کونسا آمر حکمران ملک پر حکومت کر رہا تھا؟ متبادل سزا ختم کروانے کے لیے جو کیس دائر کیا گیا اس کی سماعت محترمہ بینظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں ہوئی اور غالباً فیصلہ بھی اسی دور میں ہوا جبکہ اس فیصلے کے خلاف اپیل میاں نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں دائر کی گئی اور اس اپیل کی واپسی کے احکام بھی انہوں نے دیئے۔ لہٰذا یہ بات بے حد اہم ہے کہ اگرچہ تعزیرات پاکستان میں c-295 کے اضافے کا بل ضیاء الحق مرحوم کے دور صدارت میں قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا اور اسی کی منظوری سے یہ قانون بنا تھا لیکن بعد میں ہونے والی تمام تر کارروائی جس کے حوالے سے ایک ہنگامہ برپا ہے وہ تو خود پاکستان پیپلز پارٹی اور I.J.I کی حکومتوں کے ادوار میں مکمل ہوئی جس کے نتیجے میں توہین رسالت کا قانون اپنی موجودہ اور اصل حالت پر آ گیا اور اسی حالت پر 1991 سے رائج اور نافذ ہے پھر یہ کارروائی ملک کی اس عدالت میں مکمل ہوئی جس کا آئینی وظیفہ ہی یہ ہے کہ

وہ ملک میں رائج قوانین کا اس پہلو سے جائزہ لے کہ وہ کتاب وسنت کے منافی تو نہیں ہیں اور اگر کتاب وسنت کے منافی ہیں تو انہیں کالعدم قرار دے کر قانون ساز اداروں کو انہیں کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کا حکم دے۔ چنانچہ ملک کی اس عدالت نے شاتم رسول کی سزا کا کتاب و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا اور عمر قید کی متبادل سزا کو 295-c سے حذف اور شاتم کو دی جانے والی سزائے موت کو حداً نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔

کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ملک کا کوئی بھی سیاستدان ملک میں رائج قانون امتناع توہین رسالت کی مذکورہ بالا تاریخ سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ چلیں بالفرض اگر کوئی بے خبر بھی ہو تو جب اسے یاد دلایا جائے کہ یہ قانون تو کتاب وسنت کا قانون ہے اور یاد دہانی کروانے والے جید علمائے کرام ہوں اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کریں کہ وہ اس قانون کو کالا قانون کہہ کر گستاخی رسول اور استخفاف شریعت کا مرتکب ہوا ہے لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹا رہے اور اقتدار کے نشے میں یہ بھی کہتا پھرے کہ میں ان مولویوں کے فتووں کو جوتے کی نوک پہ رکھتا ہوں تو ایسے شخص کی طرف سے مذکورہ وضاحت ایک عذر لنگ ہی قرار پائے گی۔

اصل صورتحال یہ ہے کہ وہ غیبی طاقتوں کے اشارے پر اپنی آئینی حیثیت کو بالائے طاق رکھتے ہو آسیہ ملعونہ کیساتھ اظہار ہمدردی کے لیے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ جیل میں ملاقات کے لیے گیا تھا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر پریس کانفرنس کرتے ہوئے نہ صرف اس کی سزا معاف کروانے کے عزم کا اظہار کیا بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے قانون امتناع توہین رسالت کو کالا قانون بھی کہہ ڈالا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ بھی قرار دے دیا۔

دراصل اس نے اپنے اس مکروہ عمل سے قانون امتناع توہین رسالت کو ایک مذاق بنانے کی کوشش کی بالفاظ دیگر توہین رسالت کرنے والوں کو یہ شہ دی کہ وہ سزا کے خوف سے بے پرواہ ہو کر اس جرم کا ارتکاب کریں پھر اس نے اس قانون کو ختم کروانے کے عزم کا اظہار بھی کیا جبکہ حضور ﷺ نے اپنے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا ہے اور امت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ نمٹے۔

اس نے مختلف ٹی وی چینلو پر جو انٹرویوز دیئے ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے

کہ اسے قانون امتناع توہین رسالت کو متنازعہ بنانے اور اس میں ترمیم کروانے اور اسے غیر موثر بنانے کا ٹاسک دیا گیا تھا کیونکہ اس نے برملا اس بات کا اظہار کیا تھا کہ یہ قانون عالمی برادری سے تجارتی رشتہ مضبوط کرنے میں حائل ہے لہٰذا اس کا یا اس کے ایماء پر کسی کا یہ کہنا کہ وہ اس قانون کا اس لیے مخالف تھا کہ یہ آمر کا بنایا ہوا قانون ہے صریحاً بے بنیاد بات ہے دراصل وہ اس قانون کی روح ہی کے مخالف تھا کیونکہ اسے بھی اس بے لگام آزادیِ اظہار رائے کا دورہ پڑتا تھا جس کے بارے میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت یوں نشاندہی فرمائی تھی جب یہ مکروہ تصور ابھی مغرب کے ہاں ایام طفولیت میں تھا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادیِ اظہار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اس لیے نادیدہ طاقتوں نے قانون امتناع توہین رسالت کے ساتھ سازش کرنے کے لیے سلمان تاثیر جیسے شخص کا انتخاب کیا جو اس کی اپنی ناجائز اولاد کے مطابق ہر روز خنزیر کھاتا تھا اور سکاچ پیتا تھا اور زندگی میں کبھی نماز روزے کے قریب نہ گیا ایک دفعہ جب اسے جیل میں قرآن مجید تلاوت کے لیے دیا گیا تو اس نے کہا اس کی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اسے آگے سے لیکر پیچھے تک پڑھا لیکن اسے اس میں اپنے لیے کچھ نہ ملا۔

اس کا یہ کہنا تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمادیا ہے

و مایضل به الا الفٰسقین اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔ (البقرۃ:۲۶)

اس کے بعد بھی اگر عقل سنگدل اس کے بیانات اور اقدامات کی باطل توجیہات اور مفسد تاویلات پر تلی ہوئی ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

کیا اس قانون کا استعمال غلط ہے؟

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس نے دراصل قانون کو کالا نہیں کہا بلکہ اس کے غلط استعمال اور اس کے طریق کار پر اعتراض کرتے ہوئے اسے کالا کہا تھا کیونکہ یہ قانون غلط استعمال ہو رہا ہے اس کے ذریعے اقلیتوں کو ذاتی انتقام کا نشانہ بنایا جاتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اس

نے واقعتاً قانون کو کالا کہہ دیا تو اس کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہتا پھرے کہ اس کی مراد قانون نہیں بلکہ قانون کے استعمال کا طریق کار تھا جبکہ اس نے تادم قتل اپنی زبان سے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔

پھر ہماری مذکورہ بالا گفتگو کے بعد اس کے عزائم کو کماحقہ سمجھنے میں کوئی کمی نہیں رہ جاتی۔ جہاں تک اس قانون کے استعمال کے طریق کار پر تنقید کا تعلق ہے تو ہم واضح کیے دیتے ہیں کہ یہ مروڑ بھی اکثر ان کو اٹھتے ہیں جن کی نیتوں میں فتور ہے یہ وہ گروہ ہے جو اپنے فاسد خیالات اور مکروہ تصورات کی ترویج کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ناموس پر بھی آزادانہ اور بلا قید زبان طعن دراز کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے کبھی وہ اس یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کو انسانی حقوق کا تقاضا قرار دیتا ہے اور کبھی اظہار رائے کی آزادی کی دہائیاں دیتا ہے۔

اب حقیقت پسندی کے ساتھ یہ بھی جائزہ لے لیتے ہیں کہ کیا دنیا بھر میں ہر قانون کو کسی نہ کسی درجے میں غلط استعمال نہیں کیا جاتا؟ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ معاملہ کسی ایک قانون کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر قانون کو معاشرے کے بااثر لوگ اپنے گھر کا نوکر چاکر سمجھتے ہیں ہمارے معاشرے میں تو بالخصوص ہر روز نہ جانے کتنی جھوٹی ایف آئی آرز درج ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ قتل کے جھوٹے الزامات میں بھی بے گناہوں اور معصوموں کو دھر لیا جاتا ہے بلکہ بعض تو پھانسی کے پھندے پر بھی جھول جاتے ہیں لیکن ان بے گناہوں اور معصوموں پر ہونے والے ان مظالم پر تو کبھی کسی کی رگ انسانیت نہیں پھڑکی۔

ہمارے ہاں یہ رسم عام ہے کہ گاؤں کا چوہدری جس کارندے سے ناخوش ہوتا ہے تو اسے بھینس چوری کے مقدمے میں ملوث کر دیتا ہے اور اس جھوٹے مقدمے کے دباؤ کے ذریعے اپنے ناجائز مقاصد حاصل کرتا ہے لیکن یار لوگوں کو اگر فکر دامن گیر ہوتی ہے تو صرف 295.c کے ملزموں کی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نامعقول واویلا کے باعث پہلے ہی 295.c کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار کو تبدیل کیا جا چکا ہے جو کہ دراصل اس قانون کو غیر مؤثر بنانے ہی کی ایک سعی نامشکور ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 154 کے تحت یہ قانونی انتظام کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی جرم سرزد ہوتا ہے اور اس کی اطلاع متعلقہ تھانے میں زبانی یا تحریری طور پر دی جاتی ہے تو ایس ایچ او پابند ہوتا ہے کہ وہ اسے روزنامچہ میں درج کرے اور پرچہ درج کرے خواہ یہ جرم قتل و

غارت گری کی صورت میں ہوا ہو اور ملزم کو اس مقدمہ کے تحت سزائے موت ملنے کے قوی امکانات ہی کیوں نہ ہوں۔ یوں متعلقہ ایس ایچ او پرچہ درج کر دیتا ہے اور بعد میں ملزم کی گرفتاری عمل میں آتی ہے اور مقدمہ کی تفتیش شروع ہوتی ہے لیکن اسے بدنصیبی کہیے کہ تعزیرات پاکستان میں شاید صرف 295.c ایسا قانون ہے کہ اس کے تحت پرچہ درج کرنے سے پہلے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کی سطح کا سینئر پولیس آفیسر اس معاملہ کی چھان بین کرے اور اگر وہ شکایت کو حقائق پر مبنی سمجھے تو پرچہ درج کرنے کے احکام متعلقہ ایس ایچ او کو جاری کر دے۔ باقی تمام مقدمات میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جرم کی محض اطلاع پر ایس ایچ او خود ہی پرچہ درج کر دیتا ہے اور تفتیش بعد میں شروع ہوتی ہے یہ تفتیش عام طور پر تھانے کا ہی کوئی تفتیشی آفیسر کرتا ہے جبکہ ڈی پی او سطح کا پولیس آفیسر تو شاید ہی کسی مقدمے کی تفتیش کرتا ہو۔ صد حیف کہ یہ امتیازی سلوک اس قانون کے ساتھ کیا جا رہا ہے جو تحفظ ناموس رسالت کا ضامن ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے قانون ساز ادارے اس قانون کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟

جھوٹا پرچہ درج کروانے کے خلاف مؤثر قانونی انتظام

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ تعزیرات پاکستان میں مقدمے کی ہر سطح پر جھوٹا مقدمہ درج کروانے والوں کے خلاف مؤثر ترین کارروائی کرنے کا انتہائی مناسب قانونی انتظام پہلے ہی سے موجود ہے۔

☆ عدالت میں چالان بھیجنے سے قبل اگر دوران تفتیش یہ بات ثابت ہو جائے کہ کسی نے جھوٹا مقدمہ درج کروایا تھا تو ایسے جھوٹے شکایت کنندہ کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 کے تحت کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے جس کی رو سے جھوٹے شکایت کنندہ یا گواہ کو چھ ماہ کی قید یا 3000 روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

☆ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ 203 کے تحت کسی بھی سرکاری ایجنسی کو عمداً غلط اور جھوٹی اطلاع فراہم کرنے پر دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہے۔

☆ دفعہ 211 کے تحت جھوٹا استغاثہ دائر کرنے والوں کو دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

☆ اسی طرح اگر عدالت میں کسی کی گواہی یا شکایت جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے یا یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی گواہی من گھڑت تھی تو اسے دفعات 192-191 کے تحت 3 سال سے 7 سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔

☆ اگر کوئی کسی کو جھوٹی شہادت کے ذریعے کسی ایسے سنگین جرم میں ملوث کرتا ہے جس کی سزا عمر قید یا موت ہوتی ہے تو اسے دفعہ 194 کے تحت عمر قید کی سزا یا 10 سال قید با مشقت اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اگر عدالتی کارروائی میں جھوٹے مقدمے اور شہادت کی بنا پر کسی بے گناہ کو عمر قید یا 7 سال کی سزا دی جاتی ہے یا اسے سزائے موت سنائی جاتی ہے اور پھانسی بھی دیدی جاتی ہے لیکن بعد ازاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ مقدمہ یا شہادت جھوٹی تھی تو ایسے شہادتوں اور مقدمہ قائم کرنے والوں کو وہی سزا دی جائے گی جو جھوٹے مقدمے کے ذریعے ایک بیگناہ اور معصوم شخص کو دلوائی گئی یعنی اگر ایک بے گناہ شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے لیکن بعد ازاں اس کی بے گناہی اور معصومیت ثابت ہو جاتی ہے تو جھوٹے گواہوں اور مقدمہ بازوں کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تعزیرات پاکستان میں جھوٹا مقدمہ درج کرانے والوں کے خلاف ہر سطح پر اس قدر سخت قانونی انتظام پہلے سے موجود ہے تو پھر اس بے سروپا اور بے جا مطالبے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ 295.c کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟ آخر یہ لوگ اسی قانون کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار میں ہی تبدیلی لانے کے درپے کیوں ہیں؟

اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے نامعقول سفارش

افسوس تو اسلامی نظریاتی کونسل میں بیٹھے ہوئے ان بعض اہل علم پر بھی ہے جنہوں نے غور و فکر کیے بغیر یہ سفارش پیش کردی تھی کہ اگر کوئی توہین رسالت کے تحت محض جھوٹا مقدمہ بھی درج کرادیتا ہے تو اسے سزائے موت دی جائے۔ العیاذ باللہ

حکومت کے وسائل پر مزے اڑانے والوں سے یہ سوال ہے کہ انہوں نے محض جھوٹا مقدمہ درج کرانے پر اسقدر سنگین سزا آخر شریعت اسلامیہ کے کن اصولوں کی روشنی میں

تجویز کی ہے؟ کیا شتم رسول کا ملزم اسقدر اہمیت کا حامل ہے کہ اگر اس کے خلاف جھوٹا مقدمہ بھی درج ہو جائے تو مقدمہ درج کرانے والے کو سزائے موت سنا دی جائے۔ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ قانون امتناع توہین رسالت کو ملک میں نافذ ہوئے تیئس (23) سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن آج تک ملک میں اس قانون کے تحت کسی ایک ملزم کو بھی پھانسی نہیں دی گئی۔ سیدھی سی بات ہے کہ دیگر قوانین کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے پر تعزیرات پاکستان میں جو سزائیں مقرر ہیں انہی کا اطلاق ہی 295-c کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے پر ہونا چاہے کیونکہ اس تجویز کو مان لینے کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگوں کو اسقدر خوفزدہ کر دیا جائے کہ وہ 295-c کے تحت مقدمہ درج کرانے کی کوشش ہی نہ کریں اور اگر وہ ہمت کر کے مقدمہ درج کرا بھی دیں تو دوران تفتیش یا عدالتی کارروائی کے دوران ان پر خوف و ہراس کی تلوار لٹکا کر انہیں مقدمے سے دستبردار کرالیا جائے۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں براجمان علمائے کرام ہوش کے ناخن لیں اور تھوڑا رک کر یہ بھی غور و فکر کر لیا کریں کہ وہ کیسی تجاویز مرتب کر رہے ہیں وہ بھی ایک ایسے انتہائی حساس مسئلہ پر جس میں معمولی سی مداہنت دنیا اور آخرت میں رسوائی کا موجب بن سکتی ہے اگر ان حضرات کے نزدیک جھوٹے مقدمات سے نمٹنے کے لیے موجودہ قانونی انتظام کتاب وسنت کی تعلیمات کے موافق نہیں ہے تو وہ اس قانونی انتظام کا جائزہ لیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی سفارشات مرتب کریں کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل امتیازی اور کتاب وسنت سے متصادم قوانین بنوانے کے لیے سفارشات مرتب کرنے پر مامور نہیں ہماری دانست میں تو اسلامی نظریاتی کونسل کو سفارش کرنی چاہیے کہ 295-c کے تحت مقدمہ درج کروانے سے پہلے D.P.O کی سطح کے پولیس آفیسر کے ذریعے لازمی تفتیش کی جو امتیازی پابندی عائد کی گئی ہے اسے ختم کیا جانا چاہیے کیونکہ اسلام میں ایسے امتیازی قوانین کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ جملہ اہل اسلام 295-c کے ساتھ کیے جانے والے اس امتیازی سلوک پر آواز اٹھائیں اور اپنے نمائندوں کو مجبور کریں کہ وہ پارلیمنٹ میں غل غپاڑہ کرنے کی بجائے اس امتیازی قانون کو ختم کر دیں تا کہ ان کے ہاتھوں سے بھی کوئی ایسا کام ہو جائے جو ان کے لیے توشہ آخرت بن سکے اور عوام کی حقیقی نمائندگی کا تقاضا بھی پورا ہو سکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل اور ہمارے قانون ساز اداروں کو ملک کے معروف، نیک نام اور نیک سیرت ریٹائرڈ جسٹس محترم میاں نذیر اختر کے ان الفاظ پر خوب غور کرنا چاہیے جو انہوں نے فل بنچ کے ایک رکن کی حیثیت سے 9 جون 1994ء کو ایک رٹ بعنوان ریاض احمد وغیرہ بنام حکومت کا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے اضافی نوٹ میں تحریر کیے تھے۔

"اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295.c کے احکامات کی تنسیخ کر دی جائے یا انہیں دستور پاکستان سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرے میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا۔" (P.L.D 1994,Lahore.Page.485)

آج یار لوگ یہ جسارت تو نہیں کر سکتے کہ اس قانون کو تبدیل یا ختم کرا سکیں لیکن ان اوچھے ہتھکنڈوں پر ضرور اتر آئے ہیں کہ اس کے استعمال کے طریق کار میں ایسی تبدیلیاں کر دی جائیں کہ یہ عملاً غیر موثر ہو کر رہ جائے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ تجویز غیور اہل اسلام کو یہ موقع فراہم کر دے گی کہ وہ شاتم رسول سے ماورائے قانون ہی نمٹنے کو ترجیح دیں گے۔ یاد رکھیں کہ اہل اسلام شاتم کو از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے سے تبھی رک سکتے ہیں جب اس قانون کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے اور اس کے مؤثر اطلاق اور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ لہذا اس قسم کی سفارشات مرتب کرنے سے پہلے خوب غور و فکر کرنا ضروری ہے پہلے ہی پاکستان کے اہل اسلام شکوہ کناں ہیں کہ ہمارے ملک کی عدالتیں بیرونی دباؤ کے تحت شتم رسول کے ملزموں کو کیفر کردار تک پہنچانے سے کتراتی ہے۔ گزشتہ 23 سال میں اس قانون کے تحت 964 مقدمات کے چالان عدالتوں میں آئے لیکن کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی ملزموں کی بریت کا یہ تناسب شاید ہی کسی اور قانون کے تحت قائم کیے گئے مقدمے میں نظر آتا ہو۔ یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام مقدمات جھوٹے تھے؟ اصل سبب یہی ہے کہ ہماری عدالتیں آزادی کے دعویٰ کے باوجود پابہ زنجیر ہیں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ان 964 مقدمات میں سے عیسائیوں کے خلاف 119 ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف صرف 26 مقدمات قائم کیے گئے جبکہ مسلمانوں کے خلاف 479 اور احمدیوں کے خلاف 340 مقدمات قائم کیے گئے تھے۔

اقلیتوں کے نام پر واویلا ناحق ہے

ان اعداد و شمار سے اس الزام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جو یہ کہہ کر عائد کیا جاتا ہے کہ اس قانون کے ذریعے اقلیتوں کو نشانہ ستم بنایا جاتا ہے سلمان تاثیر نے بھی یہی بات کی تھی کہ اسلام تمام اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتا ہے اس لیے وہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی ایک غریب خاتون کو بچانے آیا ہے حالانکہ مجاز عدالت سے سزا یافتہ اس ملعونہ کو بے گناہ کہنا اور اسکی سزا بہرحال معاف کروانے کا اعلان کرنا اس کے قانون شکن ہونے کی دلیل تھا رائج قانون کے مطابق ملعونہ اور اس کے حواریوں کو اس کی بے گناہی عدالتوں میں ثابت کرنی چاہیے تھی۔ اقلیتوں کے حقوق کا یہ معنی اس بے بصیرت شخص کو نہ جانے کیسے سمجھ آ گیا کہ کسی سابہ مشرکہ سے موالات کرنا یا مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کو ماورائے قانون و عدالت بچانے کی کوشش کرنا اور اسے بے گناہ قرار دینا ان حقوق کا تقاضا ہے جو اسلام نے اقلیتوں کو دے رکھے ہیں؟ اسلام بلا امتیاز مذہب مجرم کو مجرم ہی سمجھتا ہے اور نہ ہی رنگ و نسل اور مذہب کی بنیاد پر مجرموں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے کسی مجرم کو اس کے ثابت شدہ جرم پر قرار واقعی سزا دینے سے بھلا اس کا کون سا حق تلف ہوتا ہے؟ بطور مجرمہ اسے صفائی کا موقع دیا گیا اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل کرنے کا اختیار دیا گیا حتیٰ کہ نامور وکلاء کا ایک مضبوط پینل ٹرائل میں اس کی طرف سے مقدمے کی پیروی کرتا رہا، ڈیڑھ سال تک ٹرائل کے دوران ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ کی عدالت میں مدعی گواہان ملزمہ اور پولیس کے بیانات قلم بند ہوتے رہے ان پر جرح ہوتی رہی اور جب وہ گناہ گار ثابت ہوگئی تو عدالت نے اسے سزائے موت دینے کا فیصلہ دے دیا لیکن اس فیصلے کے خلاف اسے بالائی عدالتوں میں اپیل کرنے کا بھی حق حاصل ہے خدا جانے کون سا حق تھا جو اسے نہ ملا اور سلمان تاثیر اسے وہ حق دلوانے جیل میں جا پہنچا تھا سلمان تاثیر نے اس تمام تر عدالتی کارروائی کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اس کی تحقیق کے مطابق آسیہ بے گناہ ہے کاش کوئی اس سے یہ دریافت کرتا کہ پولیس اور عدالتوں کے متوازی وہ نجی سطح پر اس معاملہ کی تحقیق کیونکر کرتا رہا جب کہ وہ خود صوبے کا آئینی سربراہ تھا؟ اسے تو اپنے اداروں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے تھا نہ کہ ایک مجرمہ کے ساتھ جس نے صریحاً اہانت رسول کا ارتکاب کیا تھا۔

قانونی کاروائی ممکن ہی نہ تھی

جو حضرات یہ شگوفے چھوڑ رہے ہیں کہ بفرض محال اگر سلمان تاثیر سے اہانت اور گستاخی کا ارتکاب ہو بھی گیا تھا تو اس کے خلاف قانون کے تحت کارروائی کی جاتی جب ملک میں ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ایک قانون موجود ہے تو اس کا سہارا لینا چاہیے تھا ان حضرات کے تجاہل عارفانہ پر حیرت ہوتی ہے ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ سلمان تاثیر چونکہ گورنر تھا اس لیے آئین پاکستان کی رو سے اس کے خلاف 295.c کے تحت فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا، آئین کے آرٹیکل 248 کی ذیلی دفعات (2,3) کے تحت صدر اور گورنر کو یہ استثنٰی (Immunity) حاصل ہے کہ ان کے عہدے کی میعاد کے دوران ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھی عدالت سے ان کی گرفتاری یا قید کے لیے حکم جاری ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کے باوجود تھانہ سول لائنز میں محترم مولانا پیر محمد افضل قادری کی طرف سے اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لیے درخواست بھی دی گئی تھی لیکن متعلقہ حکام نے اسے حاصل مذکورہ دستوری استثنٰی کی بنا پر اس کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے وقت، ایکسپریس، جنگ لاہور مؤرخہ 8 اکتوبر 2009ء)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئین پاکستان نے خود سلمان تاثیر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ مسدود کر دیا تھا اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ کر اسے معزول کر دیتی تا کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی لیکن حکومت نے مجرمانہ غفلت کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور وہ اپنے منصب پر دندناتا رہا اور پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا رہا اگر حکومت ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔

شریعت اسلامیہ اور شاتم کا ماورائے قانون قتل

بعض لوگ اہل مغرب کی ہمنوائی میں اسے قانون کو ہاتھ میں لینے کا واقعہ قرار دے رہے ہیں انہیں کتاب وسنت کی تصریحات سے یہ بات سمجھ آجانی چاہیے کہ اسلامی

قوانین کی رو سے یہ ایک استثنائی معاملہ ہے۔

کتب احادیث میں متعدد ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن میں کسی شاتم یا شاتمہ کو از خود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت جہنم واصل کیا گیا تو حضور ﷺ نے ان شاتمین کو قتل کرنے والوں کو قصاصاً قتل کرنا یا تعزیری سزا دینا تو در کنار انہیں زجر و توبیخ اور معمولی تنبیہ تک بھی نہ فرمائی۔ ان میں سے بعض احادیث و واقعات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منافق کو قتل کرنا

تفسیر ابن کثیر، جلالین، در المنثور اور دیگر معتبر تفاسیر میں آیت:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(النساء:٦٥)

تو اے نبی ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان ہی نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی حرج محسوس نہ کریں۔

کا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے:

حدثنا عتبة بن ضمرة حدثني ابي: أَنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى لِلمحق عَلَى الْمُبْطِلِ، فَقَالَ الْمَقْضِيّ عَلَيْهِ: لَا أَرْضَى . فَقَالَ صَاحِبَهُ: فَمَا تريد؟ قال: أن يذهب الى ابى بكر الصديق، فذهبا إليه فقال أنتما على ما قضى به النبى ﷺ فأبى ان يرضى قال: نأتى عمر، فأتياه فدخل عمر منزله وخرج والسيف فى يده، فضرب به رأس الذى أبى أن يرضى، فقتله فأنزل

حضرت عتبہ بن ضمرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ دو بندوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کیا تو حضور ﷺ نے حقدار کے حق میں فیصلہ فرمایا جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا کہنے لگا میں اس پر راضی نہیں ہوں۔ اس کے ساتھی نے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں دونوں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے بس تمہارا

اللہ: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) (الی آخر الآیۃ)

(تفسیر الدر المنثور: ۵۸۵/۲)

فیصلہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا پھر انکار کرنے لگا اور کہنے لگا ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں وہ ان کے پاس آئے اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے نکلے تو تلوار ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی انہوں نے اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا جو فیصلے پر راضی نہیں تھا اس پر اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تنقیص کرنے والے بد بخت کو ماورائے عدالت جہنم واصل کرنے کا جو اقدام فرمایا اس کی تائید و تصویب وحی الٰہی نے فرمادی۔

تفسیر الدر المنثور میں منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کرنے کے بعد فرمایا:

هكذا اقضى من لم ترض بقضاء رسول الله فاتى جبريل رسول الله ﷺ فقال: ان محمد عمر قد قتل الرجل و فرق الله بين الحق و الباطل على لسان عمر۔ فسمى فاروق

(تفسیر الدر المنثور: ۱۸۰/۲)

اس (بظاہر مسلمان) کے بارے میں میرا فیصلہ یہی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا ہے اس بنا پر عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھ دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر قلم کیا تو اس کے ورثا اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ وحی

الٰہی چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید اور تصویب کر چکی تھی اسے لیے حضور ﷺ نے شتم رسول کی بنا پر اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل فرمایا تھا۔

۲۔ایک صحابی کا شاتم والد کو قتل کرنا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنے شاتم والد کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی سَمِعْتُ اَبِی یَقُوْلُ فِیْكَ قَبِیْحًا فَقَتَلْتُه فَلَمْ یَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِ

(اسد الغابۃ: ۴/۲۸۷۔ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہوئے سنا تو اسے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ پر یہ بات (باپ کا قتل کرنا) کچھ شاق نہ گذری۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی نے اپنے والد کو رسالتمآب ﷺ پر سب و شتم کے سبب ماورائے عدالت از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دیا لیکن آپ پر اس گستاخ کا قتل شاق نہ گزرا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مشرکہ سابہ بہن کو قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح ایک نابینا صحابی نے شتم رسالت پر اپنی محبوب لونڈی کو قتل کر دیا تھا۔ ان کا تذکرہ آئندہ سطور میں آئے گا۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی حضور ﷺ کی گستاخی پر رعایت نہ کی لیکن والد کا رشتہ تو ان قریبی رشتوں سے بڑھ کر قابل احترام اور ٹھوس ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر گستاخی رسول کا ارتکاب صحابہ کے والد سے بھی ہوتا تو وہ اسے معاف نہ فرماتے اور اسے جہنم واصل کیے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔

۳۔حضرت عبیدہ ابن جرح رضی اللہ عنہ کا اپنے شاتم والد کو قتل کرنا

اب ہم اس جلیل القدر صحابی کا ذکر کرتے ہیں جنہیں حضور ﷺ نے امین الامت کا

لقب دیا اور جو اسلام کے لیے اپنی گرانقدر خدمات کی بنا پر عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں انہوں نے بھی اپنے والد کو اس لیے از خود اقدام کر کے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ پر سب وشتم کرتا تھا متن حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو ناپسند نہیں فرمایا۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو:

اِنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رضی الله عنه قَتَلَ اَبَاهُ وَقَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَمِعْتُهُ يَسُبُّكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ

(المجموع للنووی: ۲۹۵/۱۹)

حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی (قتل کی وجہ بتائی) میں نے اس کو سنا یہ آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب صحابہ کی یہ سنت ہے کہ وہ والد جیسے قریب ترین رشتہ دار گستاخ سے بھی رعایت نہ فرماتے پھر غیرت ایمانی سے سرشار محافظ ممتاز حسین قادری بھلا ملعون سلمان تاثیر سے کیسے رعایت کر سکتا تھا خواہ وہ اسی کی حفاظت پر ہی مامور کیوں نہ تھا شاتم کو جہنم واصل کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنا اور تدبیر اختیار کرنا بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ سنت ہے جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد پر شاتم رسول کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے کا عزم کیا تو حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں (حکمت عملی اور تدبیر) کے طور پر کعب بن اشرف کو اعتماد میں لینے کے لیے آپ کے بارے میں کچھ تعریضی کلمات کہہ لوں تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

۴۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہم کا شاتمہ کو جہنم واصل کرنا

اسماء بنت مروان خطمی نبی علیہ السلام کو ایذاء دیتی تھی اور اسلام میں عیب نکالتی، نبی علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی اور حضور ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتی تھی۔ جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو اس کے اشعار اور لوگوں کو بھڑکانے کی بابت پتہ چلا تو آپ نے یہ منت مانی کہ اے اللہ میں یہ منت مانتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ (بخیریت) مدینہ طیبہ لوٹ آئے تو میں اس کو ضرور

قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں بدر میں تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ (بخیریت) بدر سے واپس لوٹ آئے تو عمیر بن عدی اس عورت کے گھر ایک رات اس حال میں داخل ہوئے کہ اس عورت کے بچے اس کے اردگرد سو رہے تھے اور ان میں سے ایک بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کیا تو بچے کو اس کے سینے پر دودھ پیتے پایا پھر اس بچے کو اس سے الگ کیا اور اپنی تلوار اس کی چھاتی میں اس طرح دبائی کہ وہ اس کی کمر سے جا نکلی۔ پھر وہاں سے واپس نکلے یہاں تک کہ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ادا کی۔ پس جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف آپ نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو نے بنت مروان کو مار ڈالا ہے۔ آپ نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسا ہی ہے۔ (میں نے اسے مار ڈالا ہے)

وَخَشِيَ عُمَيْرٌ أَنْ يَكُونَ افْتَاتَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ شَيْءٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ فَإِنَّ أَوَّلَ مَا سَمِعْتُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْأَعْمَى الَّذِي تَشَدَّدَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ فَقَالَ لَا تَقُلِ الْأَعْمَى، ولكنه البصير۔

(المغازی للواقدی: ۱/۱۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پُرس کریں گے۔ چنانچہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پُرس نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ

لو یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔

اس واقعہ سے چند پہلو خوب واضح ہو جاتے ہیں:

(i) حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے شاتمہ عصماء بنت مروان کے ماورائے عدالت قتل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس ملعونہ کے قتل پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ پر کوئی مؤاخذہ یا باز پرس نہیں ہے۔

(ii) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے اس ماورائے عدالت اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیا۔

(iii) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے باوجود بصارت والا کہہ کر ان کی تحسین فرمائی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی کہ انہیں نابینا نہ کہیں۔

اگر اس شاتمہ کو ماورائے قانون قتل کرنا کوئی جرم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی تحسین نہ فرماتے اور نہ ہی ان کے اس اقدام کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیتے۔

۵۔ نابینا صحابی کا شاتمہ ام ولد کو قتل کرنا

ایک نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو اس بنا پر قتل کر دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

عن عکرمة حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ

حضرت عکرمہ کا بیان ہے، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک اندھے آدمی کی ام ولد (لونڈی) تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیتی تھی وہ بندہ اس کو منع کرتا وہ نہ رُکتی اسے جھڑکتا لیکن وہ نہ

تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتِمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا

أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلاً فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ. فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ.

(سنن أبي داود: ۲/۲۴۳، ایچ ایم سعید کمپنی)

مانتی ایک رات وہ حضور ﷺ کے بارے میں جب بُرائی کے کلمات کہنے لگی تو اس اندھے نے تکوار لی، اس کے پیٹ میں رکھی اور اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے پاؤں میں بچہ گرا اور خون آلود ہو گیا۔ پس جب صبح کے وقت حضور ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس شخص کو جس نے یہ کام کیا ہے جس پر میرا کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ نابینا کھڑا ہوا اور لوگوں کو چیرتا ہوا اور لرزہ براندام حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اس لونڈی کا مالک ہوں ۔یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی اور بُرے کلمات سے یاد کرتی تھی میں اُسے روکتا نہ رکتی اُسے جھڑکتا باز نہ آتی ۔اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور یہ میری رفیقہ حیات تھی گذشتہ رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے تلوار اٹھائی اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا اور اسے قتل کر دیا۔ پس اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اس (گستاخہ) کا خون رائیگاں چلا گیا ہے۔

سنن ابوداؤد کی اس روایت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور ﷺ نے اس سابہ کے خون کو رائیگاں قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ملعونہ کہ ماورائے عدالت قتل کرنے پر بھی قاتل کے اوپر نہ قصاص ہے نہ دیت اور نہ ہی کوئی اور تعزیری سزا۔

یہودی شاتمہ کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا

ایک یہودی شاتمہ کو جب اس کا گلہ گھونٹ کر قتل کیا گیا تو حضور ﷺ نے اس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ. وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ دَمَهَا.

(سنن أبي داود: ۲/ ۲۴۳، ایچ ایم سعید کمپنی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور کو گالیاں دیتی اوران کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ایک مسلمان نے اس کا گلہ گھونٹ کر اسے مار دیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

سنن ابوداؤد کی اس روایت سے بھی یہ واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ نے اس گستاخ ملعونہ کے خون کو باطل قرار دیا اس کے خون کو باطل قرار دینا بھی اس کے مباح الدم ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے جس کے سبب قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا تعزیری سزا نہیں۔ خواہ قاتل نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل کیا ہو۔

۶۔ حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کا اپنی سابہ مشرکہ بہن کو قتل کرنا

حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی مشرکہ بہن کو جہنم واصل کر دیا جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أُخْتٌ فَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ آذَتْهُ فِيهِ، وَشَتَمَتِ النَّبِيَّ ﷺ،

حضرت عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک مشرکہ بہن تھی جب وہ نبی علیہ السلام کی طرف جاتے تو وہ حضور ﷺ کے

وَكَانَتْ مُشْرِكَةً، فَاشْتَمَلَ لَهَا يَوْمًا عَلَى السَّيْفِ، ثُمَّ أَتَاهَا فَوَضَعَهُ عَلَيْهَا، فَقَتَلَهَا فَقَامَ بَنُوهَا فَصَاحُوا، وَقَالُوا: قَدْ عَلِمْنَا مَنْ قَتَلَهَا أَفَنُقْتَلُ أُمُّنَا وَهَهُنَا قَوْمٌ لَهُمْ آبَاءٌ وَأُمَّهَاتٌ مُشْرِكُونَ، فَلَمَّا خَافَ عُمَيْرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يَقْتُلُوا بِهَا غَيْرَ، قَاتِلِهَا فَذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: قَتَلْتَ أُخْتَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: لَمَّا كَانَتْ تُؤْذِينِي فِيكَ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بَنِيهَا فَسَأَلَهُمْ، فَسَمَّوْا غَيْرَ قَاتِلِهَا فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ وَأَهْدَرَ دَمَهَا، فَقَالُوا: سَمْعًا وَطَاعَةً

(المعجم الکبیر: ۶۴/۱۷)

حوالے سے ان کو اذیت دیتی اور حضور ﷺ کو گالیاں دیتی ایک دن یہ تلوار لے کر آئے اور اس کو قتل کر دیا اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے ہمیں پتہ ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے ہماری ماں مار ڈالی گئی جبکہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے ماں باپ مشرک ہیں۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بدلے کسی اور (بے گناہ)کو (قاتل سمجھ کر) قتل کر دیں گے تو وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اس قتل کی خبر دی پس سرکار ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ آپ نے عرض کی جی ہاں، سرکار ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیوں؟ عرض کی اس لئے کہ وہ آپ کے معاملے میں مجھے اذیت دیتی تھی (آپ کی گستاخی کرتی تھی) پس نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور ان سے اس کے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس قتل کے بارے میں بتایا اور اس کا خون ضائع قرار دیا ۔مقتولہ کے بیٹوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی۔

اس حدیث شریف میں بھی حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کے خون کو رائیگاں قرار دیا جو گستاخی رسالت مآب ﷺ کی مرتکب ہوئی تھی اور مقتولہ کے بیٹوں کو بلا کر فرمایا کہ تمہاری ماں کا خون رائیگاں ہے۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک یہودی اور گستاخ ماں کے بیٹوں نے تو حضور ﷺ کا یہ فیصلہ تسلیم کر لیا لیکن آج کل کے بعض نا سمجھ نادان مسلمان اسے قانون کو ہاتھ میں لینے کا واقعہ قرار دیکر سلمان تاثیر کے قتل کو قتل ناحق ٹھہرا رہے ہیں۔

ائمہ اربعہ شاتم کے مباح الدم پر متفق ہیں

فقہائے کرام نے بھی اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ جو شخص شرعاً واجب القتل اور مباح الدم ہو تو اگر کوئی دوسرا شخص اسے از خود قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آئے گی کیونکہ دیت اور قصاص آدمی کی عزت اور جان کی حرمت کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں گستاخ اور مرتد کی کوئی عزت اور جان کی حرمت نہیں ہوتی اسی لیے شریعت اسے مباح الدم قرار دیتی ہے اور ایسے مباح الدم کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے پر بھی کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آتی۔ اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مذکورہ متعدد فیصلے ہیں۔

ا۔ معروف حنفی فقیہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَتَلَ حَلَالَ الدَّمِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا

(المبسوط:۶/۱۲۱)

جس شخص نے حلال الدم (جس کو قتل کرنا جائز ہو) کو قتل کیا اس پر کوئی شی نہیں (کوئی سزا نہیں) جیسا کہ کوئی شخص مرتد کو قتل کر دے۔

۲۔ شوافع کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

لَوْ قَتَلَ الْمُسْلِمُ مُرْتَدًّا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ

(الأم:۶/۶۶)

اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس قاتل پر کوئی الزام نہیں۔

۳۔ وَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا قَبْلَ اَنْ يُسْتَتَابَ أَوْ جَرَحَهُ فَأَسْلَمَ ثُمَّ مَاتَ مِنَ الْجُرْحِ فَلَا

جس شخص نے مرتد کو اس کے توبہ کرنے سے پہلے پہلے قتل کر دیا یا زخمی کر دیا اس کے بعد وہ

قَوَدَ وَلَا دِيَةَ

(مختصر الخرقي: ۱/۲۷۵)

مرتد اسلام لے آیا پھر اس زخم کی وجہ سے مرگیا، تو قاتل پر یا زخمی کرنے والے پر نہ قصاص لازم ہے اور نہ ہی دیت۔

حنابلہ کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

۴۔ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِقَتْلِ حَرْبِيٍّ وَلَا مُرْتَدٍّ وَلَا زَانٍ مُحْصَنٍ وَإِنْ كَانَ الْقَاتِلُ ذِمِّيًّا وَهُوَ الْمَذْهَبُ وَعَلَيْهِ الْأَصْحَابُ وَقَالَ فِي الرِّعَايَةِ وَتَبِعَهُ فِي الْفُرُوعِ وَيَحْتَمِلُ قَتْلَ ذِمِّيٍّ وَأَشَارَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا إِلَيْهِ قَالَهُ فِي التَّرْغِيبِ لِأَنَّ الْحَدَّ لَنَا وَالْإِمَامُ نَائِبٌ نَقَلَهُ فِي الْفُرُوعِ : فَعَلَى الْمَذْهَبِ : لَا دِيَةَ عَلَيْهِ أَيْضًا جَزَمَ بِهِ فِي الْمُحَرَّرِ وَالْوَجِيزِ وَالْفُرُوعِ وَغَيْرِهِمْ وَعَلَى الْمَذْهَبِ: يُعَزَّرُ فَاعِلُ ذَلِكَ لِلِافْتِيَاتِ عَلَى وَلِيِّ الْأَمْرِ كَمَنْ قَتَلَ حَرْبِيًّا وَفِي عُيُونِ الْمَسَائِلِ: لَهُ تَعْزِيرُهُ

(حربی، مرتد اور شادی شدہ زانی کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل سے قصاص لینا واجب نہیں ہوگا اگرچہ قاتل ذمی ہی ہو، یہی مختار مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کا فتوی بھی اسی پر ہے،) اور "رعایہ" میں ہے اور اسی کی اتباع "فروع" میں کی گئی ہے کہ ذمی کے قتل میں بھی یہی احتمال ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "ترغیب" میں اس بات کے بارے میں کہا ہے کہ حدیں ہمارے لئے ہیں اور امام نائب ہے (جریان حد کے لئے) اس بات کو "فروع" کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔

مذہب حنبلی کے مطابق: اس پر دیت بھی نہیں ہے اور اتفاق ظاہر کیا ہے اسی بات پر "محرر" وجیز" فروع" اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں۔

مذہب حنبلی کے مطابق ایسا کرنے والے کو تعزیر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ معاملے کو اولی الامر کے پاس نہیں لے کر گیا جیسا کہ حربی کو قتل کرنے والے کے لئے حکم ہے۔

فَائِدَةٌ: قَالَ فِي الْفُرُوْعِ: فَكُلُّ مَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا أَوْ زَانِيًا مُحْصَنًا وَلَوْ قَبْلَ تَوْبَتِهِ عِنْدَ حَاكِمٍ وَالْمُرَادُ: قَبْلَ التَّوْبَةِ قَالَهُ صَاحِبُ الرِّعَايَةِ: فَهَدَرٌ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ التَّوْبَةِ إِنْ قُبِلَتْ ظَاهِرًا: فَكَإِسْلَامٍ طَارِيٍ"

(اَلْانْصَافُ: ۳/۳۶۲، بَابُ شُرُوْطُ الْقِصَاص)

فائدہ: فروع میں کہا ہے ہر وہ شخص جس نے مرتد یا شادی شدہ زانی کو قتل کیا اگرچہ اسے حاکم کے پاس توبہ کرنے سے قبل کیا پس اس کا خون صاحب رعایہ کے نزدیک رائیگاں جائیگا۔ خواہ توبہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے بظاہر اسلام قبول کیا پس اس کا حکم اسلام طاری (مجبورا اسلام قبول کرنے والا) کی طرح ہوگا۔

۵۔ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِقَتْلِ حَرْبِيٍّ لَا نَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا وَلَا يَجِبُ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ وَلَا كَفَّارَةٌ لِأَنَّهُ مُبَاحُ الدَّمِ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَشْبَهَ الْخِنْزِيْرَ وَلِأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ بِقَتْلِهِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى: "اقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ" وَسَوَاءٌ كَانَ الْقَاتِلُ مُسْلِمًا أَوْ ذِمِّيًّا لِمَا ذَكَرْنَا وَكَذٰلِكَ الْمُرْتَدُّ لَا يَجِبُ بِقَتْلِهِ قِصَاصٌ وَلَا دِيَةٌ وَلَا كَفَّارَةٌ وَإِنْ قَتَلَهُ ذِمِّيٌّ:

(الشرح الکبیر: ۹/۵۱، باب شروط القصاص)

پس قصاص واجب نہیں ہوگا حربی کے قتل کے ساتھ۔ ہم اس میں اختلاف نہیں جانتے اور حربی کے قتل کرنے سے نہ تو دیت واجب ہے اور نہ کفارہ کیونکہ یہ مباح الدم علی الاطلاق (یعنی مطلقاً اس کا قتل کرنا جائز ہے) اس لئے کہ اس کی مشابہت خنزیر کے ساتھ ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: (مشرکین کو جہاں جیسے پاؤ قتل کرو) برابر ہے کہ قتل کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو، اور اسی طرح مرتد کا حکم ہے کہ اس کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا کفارہ واجب نہیں ہوگا اگرچہ ذمی ہی نے اسے کیوں نہ قتل کیا ہو۔

٦۔ اَلثَّانِیْ : عِصْمَۃُ الْمَقْتُوْلِ بِاَنْ لَایَکُوْنَ مُھْدَرُ الدَّمِ فَلَا کَفَّارَۃَ وَلَادِیَۃَ عَلٰی قَاتِلِ حَرْبِیٍّ اَوْ مُرْتَدٍّ اَوْ زَانٍ مُحْصَنٍ وَلَوْ اَنَّہٗ مِثْلُہٗ فِی عَدَمِ الْعِصْمَۃِ: بِاَنْ قَتَلَ حَرْبِیٌّ حَرْبِیًّا اَوْ مُرْتَدًّا اَوْ زَانِیًا مُحْصَنًا وَعَکْسُہٗ لِوُجُوْدِ الصِّفَۃِ الْمُبِیْحَۃِ لِدَمِہٖ وَیُعَزَّرُ قَاتِلٌ لِاِفْتِیَاتِہٖ عَلٰی وَلِیِّ الْاَمْرِ

(منار السبیل:۳/۲۱۸، باب شروط القصاص فی النفس)

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو بایں طور کہ وہ مھدر الدم نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے قتل کی وجہ سے کسی پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہ آئے اور اس کا خون ضائع ہو) پس قاتلِ حربی، مرتد یا شادی شدہ زانی پر نہ کفارہ ہے نہ دیت ہے (کیونکہ یہ مھدر الدم ہیں) اگرچہ اس کی مثل عدم معصیت میں ہے بایں طور کہ قتل کیا حربی نے حربی کو یا مرتد کو یا زانی محصن کو یا اس کے برعکس معاملہ ہو۔ واسطے اس صفت کے پائے جانے کے جو اس کے دم کو مباح کرنے والی ہے اور قاتل تعزیر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اولی الامر کے پاس معاملہ لے کر نہیں گیا۔

٧۔ اَلثَّانِیْ : اَنْ یَکُوْنَ الْمَقْتُوْلُ مَعْصُوْمًا فَلَا یَجِبُ قِصَاصٌ وَلَادِیَۃٌ وَلَا کَفَّارَۃٌ بِقَتْلِ حَرْبِیٍّ وَلَا مُرْتَدٍّ:

(الاقناع:۴/۱۷۳، باب شروط القصاص)

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو اگر مقتول معصوم نہ ہو تو اس کے قاتل پر قصاص یا دیت واجب نہیں ہو گی جیسے حربی اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں ہو گی) اگر مقتول معصوم ہو پس نہ تو قصاص واجب ہو گا نہ دیت اور نہ ہی کفارہ۔ حربی کے قتل کرنے کے ساتھ اور نہ ہی مرتد کے قتل سے۔

غازی ممتاز حسین قادری کو سزا نہیں دی جاسکتی

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مذکورہ بالا فیصلوں اور فقہائے کرام کی تصریحات سے

یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ممتاز حسین قادری کا سلمان تاثیر کو ازخود قتل کرنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ایسا فعل نہیں ہے جس پر اس سے قصاص یا دیت کا تقاضہ کیا جا سکے یا اسے کوئی بھی تعزیری سزا دی جا سکے بلکہ اسے باعزت بری کیا جانا ہی شریعت اسلامیہ کا تقاضا ہے کیونکہ سلمان تاثیر شتم و اہانت رسول اور کفر وارتداد کے باعث مباح الدم ہو چکا اور اس کا خون رائیگاں ہو چکا تھا۔ لہذا انسداد دہشت گردی کی عدالت نے ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کا جو فیصلہ یکم اکتوبر 2011ء کو سنایا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے سراسر غلط اور ناانصافی پر مبنی ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جب بھی کسی عدالت کے روبرو شاتم رسول ﷺ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سب سے پہلے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا یا نہیں، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا تو وہ مباح الدم قرار پائے گا اگر ایسے شخص کو ماورائے عدالت بھی قتل کر دیا جائے تو قتل کرنے والے پر کوئی سزا نہیں نہ قصاصاً نہ تعزیراً، البتہ اس کے برعکس یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ اس نوعیت کی سزا ہے جو قتل ناحق پر کسی بھی قاتل کو دی جاتی ہے۔

ہر قانون میں استثنیٰ ہوتا ہے

البتہ جو پھر بھی کتاب وسنت کی تعلیمات کو عقل کے پیمانوں پر ناپنے پر مصر ہوں تو انہیں ان باتوں پر بھی خوب غور کر لینا چاہیے:

۱۔ سابق امریکی صدر بش نے عالمی سطح پر انسداد دہشت گردی کے نام پر جو بدترین دہشت گردی شروع کی تھی اس کے عسکری فلسفے کی بنیادیں ہی انسانیت کشی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر رکھی گئی تھیں۔ اسی فلسفے پر عمل پیرا ہو کر سابق امریکی صدر بش نے عراق اور افغانستان میں 30 لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جان سے مار ڈالا اور اب اپنے پیشرو کے اس عسکری فلسفے پر عمل کرتے ہوئے صدر اوباما افغانستان، لیبیا اور پاکستان کے عوام کا قتل عام کر رہا ہے۔

آخر یہ سب کچھ کس قانون کی پاسداری کا نتیجہ ہے؟ حق بات تو یہ ہے کہ امریکہ کے صدر بش کے اس انسانیت کش عسکری فلسفے پر خود سابق امریکی صدر جمی کارٹر جیسے امریکی سیاستدان

اور سابق امریکی اٹارنی جنرل رمزے کلارک جیسے قانون دان بھی بلبلا اُٹھے تھے۔ امریکی صدر بش کی اس انسانیت کشی بربریت اور جنگی جرائم کو بے نقاب کرنے کے لیے ان امریکیوں کی اپنی تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں مغرب پر حکمرانی کرنے والوں کی یہ عجیب منافقت اور تضاد فکر و عمل ہے کہ اگر وہ قتل و غارت گری اور بربریت کے باعث لاکھوں معصوم اور نہتے مسلمانوں کی جان بھی لے لیں تو یہ سب جائز قرار پاتا ہے ادھر ہمارے ہاں اگر کسی ایک شاتمہ ملعونہ کو یہاں ملکی قوانین کے مطابق مجاز عدالتوں کی طرف سے بھی سزا دی جاتی ہے تو وہ ہم پر برہم ہو جاتے ہیں اور اپنے گماشتوں کے ذریعے اسے سزا سے بچانے کے لیے واویلا شروع کر دیتے ہیں اور عالمی سطح پر ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ قانون کی حکمرانی اور پاسداری کا دوہرا معیار نہیں ہے؟

۲۔ اہل مغرب کی تقلید میں آئین پاکستان میں صدر اور گورنر کے لیے مذکورہ بالا استثنٰی کی جو گنجائش رکھی گئی ہے دراصل وہ ایک کالا قانون ہے اور قانون کی حکمرانی پر ایک بدنما دھبہ ہے، تاریخ اسلام گواہ ہے کہ خلفاء راشدین حسب موقع مدعی اور مدعا علیہ دونوں حیثیتوں میں عدالتوں میں پیش ہوتے رہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قانون کی حکمرانی کا جو تصور اسلام نے دیا ہے مغرب اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا اگر چیخ و پکار ہی مقصود ہے تو اس دستوری استثنٰی کو ختم کرانے کے لیے کی جائے تا کہ ہمارے حکمرانوں پر ان کے عہدوں کی معیاد کے دوران بھی ہاتھ ڈالا جا سکے اور ان کے خلاف اعلانیہ کرپشن پر مقدمات قائم کیے جا سکیں۔

۳۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے قواعد کی رو سے سفارتکار کو جو استثنٰی حاصل ہوتا ہے کیا وہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس نہیں ہے؟ الہامی ہدایت کو عقل کے پیمانوں پر پرکھنے والوں پر قانون کو ہاتھ میں لینے کا یہ لائسنس کیوں گراں نہیں گزرتا؟ معصوم پاکستانیوں کے رسوائے زمانہ قاتل ریمنڈ ڈیوس کو ابتداً اسی استثنٰی کے ذریعے بچانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن سابقہ وزیر خارجہ اور وزارت خارجہ کے افسران کی غیرت آڑے آ گئی۔ جس پر اس نے قانون دیت کا سہارا لے کر رہائی حاصل کی تھی آج بھی پوری قوم شرمندہ ہے کہ ہمارے بے حمیت اور بزدل حکمرانوں نے معصوم پاکستانیوں کے قاتل کی رہائی کو کس شرمناک طریقے سے یقینی بنایا تھا؟

دراصل جس طرح مغرب میں بھی رائج قوانین میں استثنٰی موجود ہے اسی طرح اسلامی قوانین میں بھی شاتم کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا معاملہ ایک استثنائی معاملہ ہے جس کے سبب

قاتل پر نہ تو قصاص ہے نہ دیت۔ لہٰذا ممتاز حسین قادری کی باعزت بریت ہی سے کتاب وسنت کی بالادستی اور کتاب وسنت کے آئینی طور پر سپریم لاء ہونے کا تقاضہ پورا ہو سکتا ہے۔

یہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس نہیں

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غازی ممتاز حسین قادری کو رہا کر دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس ہر کسی کے ہاتھ میں تھما دیا جائے ان کی سوچ کا یہ رخ درست نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی از خود اقدام کرتے ہوئے شاتم رسول کو قتل بھی کر دیتا ہے تو اسے اپنا مقدمہ تو عدالت میں ثابت کرنا ہوگا کہ جس کو قتل کیا گیا کیا وہ واقعتا شاتم تھا یا نہیں؟ قتل تو ہوتا ہی ماورائے قانون ہے جس کے بعد قاتل کو اپنے دفاع کا موقع دیا جاتا ہے اگر وہ اپنے دفاع میں ناکام ہو جاتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے اگر مقتول ناحق قتل نہ ہوا ہو تو قاتل کو سزا نہیں دی جا سکتی جیسا کہ ہمارے موجودہ قوانین میں بھی کئی صورتوں میں قتل کرنے پر کوئی سزا نہیں ہے مثلاً اپنی ذات کی حفاظت کی خاطر (Self Defense) یا اپنے کسی قریبی اور عزیز کی حفاظت کی خاطر (Defense of dear and near ones) یا اپنی جائیداد کی حفاظت کی خاطر (Defense of property) اگر کسی کو قتل کر دیا جائے تو اس پر قاتل کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح شاتم مرتد یا واجب القتل شخص کا معاملہ ہے ارتداد اور گستاخی کے باعث اس کی جان کی عزت وحرمت ختم ہو جاتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص غیرت ایمانی کی وجہ سے امام یا قاضی پر سبقت لے کر اسے قتل کر ڈالے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں لیکن اگر کوئی سلمان تاثیر کے قتل سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کسی اور شاتم کو از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے درج ذیل باتوں پر خوب غور کرنا ہوگا۔

ا۔ سلمان تاثیر کے گستاخ ہونے پر ملک کے نامور علماء نے فتوے دیے تھے جن کے بعد اس کے گستاخ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا جبکہ شرعی فتویٰ کے بغیر کسی کو شاتم یا مرتد قرار دینے میں حزم واحتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے کم از کم ایک عام شخص اپنی دینی معلومات پر انحصار کرتے ہوئے کسی کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے یا اس نے گستاخی رسالتمآب ﷺ کا ارتکاب کیا ہے۔ الا یہ کہ کفر وگستاخی کے کلمات صریح ہوں۔

۲۔ سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی اسے حاصل دستوری استثنیٰ کی وجہ سے ناممکن تھی لیکن کسی دوسرے شخص کو اگر یہ استثنیٰ حاصل نہ ہو اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکتی ہو تو اسے از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کی بجائے ترجیحاً اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ سلمان تاثیر کی گستاخی کا شہرہ تو پاکستان کے طول و عرض میں پھیل چکا تھا اس نے میڈیا کے ذریعے اپنے گستاخانہ اقوال و افعال کا اظہار کر دیا تھا اس لیے اس کی گستاخی کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی شہادتیں موجود تھیں اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان کسی شاتم کو موقع پر ہی از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دے گا تو وہ اپنے دفاع میں شہادتوں کے حصول سے محروم ہو جائے گا۔ جس پر وہ عدالت میں اپنا مقدمہ ثابت نہیں کر سکے گا۔

شاتم سے اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے

بعض حضرات غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام کو سنگین ثابت کرنے کے لیے یہ شوشے چھوڑ رہے ہیں کہ وہ سلمان تاثیر کی حفاظت کی ڈیوٹی پر مامور تھے اور انہوں نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جس کی حفاظت کرنا ان کی ذمہ داری تھی غازی ممتاز حسین قادری نے اسے شاتم سمجھ کر قتل کیا تھا شاتم کے مباح الدم ہونے کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اس سے اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ شاتمین اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے تو وہ انہیں قتل کر دیتے تھے ایک نابینا صحابی نے اپنی چہیتی لونڈی کو قتل کر ڈالا حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مشرکہ بہن کو شتم رسالتمآب کی پاداش میں قتل کر ڈالا تھا بعض صحابہ نے تو اپنے والد کو اس جرم کے ارتکاب پر قتل کر ڈالا تھا خود امین الامت اور عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح نے اپنے والد کو اس لیے قتل کر ڈالا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کرتا تھا لہٰذا غازی ممتاز حسین قادری نے اگر سلمان تاثیر کا محافظ ہونے کے باوجود اسے اہانت رسول کے جرم کے ارتکاب پر قتل کر ڈالا تو یہ از روئے شرع کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر شور و غوغا کر کے غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام کو سنگین بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جائے اور سلمان تاثیر کے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈال دیا جائے ان دین فروشوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ سلمان

تاثیر نے آسیہ مسیح کو مجاز عدالت سے سزا یافتہ ہونے کے باوجود بے گناہ قرار دیا اور ملک میں رائج قانون کے تحت دی جانے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہا۔ کیا صوبے کے آئینی سربراہ ہونے کے ناطے سے اس کا یہ اقدام درست تھا؟ اس نے اپنے اس حلف کی بھی دھجیاں اڑا دیں جو اس نے گورنر کا منصب سنبھالتے ہوئے اٹھایا تھا اس حلف کی چند دفعات ملاحظہ فرمائیں۔

دفعہ ۴۔ اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

دفعہ ۵۔ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

دفعہ ۶۔ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کرونگا۔

یہ بات قابل افسوس ہے کہ سلمان تاثیر نے اس حلف کی مذکورہ دفعات کی پاسداری کرنے کی بجائے حلف شکنی کا ارتکاب کیا قانون کے مطابق کسی سے انصاف کرنا تو در کنار اس نے اپنے ملک کے رائج قانون کو ہی کالا قانون قرار دیدیا اور قانون کے مطابق کیے گئے عدالتی فیصلے کو بھی اپنے قدموں تلے روند ڈالا اس نے سزا یافتہ شاتمہ کے ساتھ اپنے حلف کے خلاف رعایت بھی کی اور یہ اقدام اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بھی کیا۔

لیکن عجیب بات ہے کہ غیرت ایمانی سے عاری ان بدنصیبوں کو سلمان تاثیر کی حلف شکنی، عدالتوں اور قانون ساز اداروں کی توہین تو نظر نہیں آتی اور غازی ممتاز حسین قادری جنہوں نے قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے جہنم واصل کیا ان کا اقدام ان کے دلوں میں کھٹکتا ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ

بعض حضرات کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہو کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کر رہا ہو اور یہ بھی کہتا ہو کہ وہ رسالتمآب ﷺ کی اہانت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تو اس پر گستاخی یا کفر کا فتوی صادر کرنے سے رک جانا چاہیے۔

اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہونے کا دعویدار شخص حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کا مرتکب بھی ہو جائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور اس کے

دعویٰ مسلمانی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يحلفون بالله ما قالوا و لقد قالوا كلمة الكفر و كفر و ابعد اسلامهم (التوبہ:۷۴)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمان ہونے کے دعویدار تھے مگر حضور ﷺ کی شان میں گستاخ کے الفاظ بکتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے ان سے یہ دریافت فرمایا کہ تم میری شان میں گستاخی کے الفاظ کیوں بولتے ہو تو ان سب نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کی کہ ہم نے آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نہیں کہا مگر اللہ رب العزت نے نہ صرف ان کی اس صفائی کو تسلیم نہ فرمایا بلکہ یہ واضح فرمایا دیا کہ یہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کافر ہو چکے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب، قل أ بالله و آيته و رسوله كنتم تستهزءون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم (التوبہ:۶۵،۶۶)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر طبری اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر در منثور میں اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت بیان کی ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی۔ اس کی تلاش جاری تھی اور حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے حالانکہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کیا جانیں کہ غیب کیا ہے۔ چنانچہ اس منافق کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ اس کے دائرہ اسلام سے اخراج کا باعث بن گئے۔ ایسے بد بخت اکثر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بات ہنسی اور کھیل میں کی تھی جبکہ اللہ رب العزت نے مذکورہ

آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں فرمادیں کہ کیا ہنسی مذاق کے لیے اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی رہ گئے تھے اب بہانے نہ بناؤ تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

چند روایات سے غلط استدلال

اس ضمن میں حضور ﷺ کے دو ارشادات بھی پیش کیے جاتے ہیں جن میں اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت وارد ہوئی ہے پہلی حدیث بخاری اور مسلم شریف میں اطاعت امرا کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث شریف کا متن حسب ذیل ہے:

من شهد ان لا اله الا الله و استقبل قبلتنا و صلى صلوتنا و اكل ذبيحتنا فهو مسلم الا ان تروا كفراً بواحا عند كم من الله فيه برهان

جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلمان ہے مگر یہ کہ دیکھو تم کفر صریح، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف اس میں دلیل ہو۔

دوسری روایت ابوداؤد شریف کتاب الجہاد میں ہے جس کا متن حسب ذیل ہے:

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ثلاث من اصل الايمان: الكف عمن قال لا اله الا الله ولا نكفره بذنب و لا نخرجه من الاسلام بعمل

(فتح الودود فی شرح سنن ابی داود: ۳/۴۴، رقم ۲۵۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں اصل ایمان ہیں: رکنا اس شخص سے جو لا الہ الا اللہ کہے، اور نہ تکفیر کرو اس کی کسی گناہ کے سبب، اور نہ خارج از اسلام قرار دو کسی عمل کے سبب۔

پہلی حدیث شریف کے متن میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی کے کفر صریح پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل موجود ہو تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں رہتا، ایسے شخص کو مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا خواہ وہ کلمہ کی شہادت دیتا ہو اور اہل قبلہ میں سے ہو۔ نماز ادا کرتا ہو اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو۔

دوسری حدیث شریف میں بھی یہ تصریح کی گئی ہے کہ مسلمان کو کسی گناہ یا عمل کی وجہ سے

خواہ وہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو کافر نہ کہا جائے جس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے اندر عملی خرابیاں اور فسق و فجور خواہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے اس کے سبب کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔ لیکن اگر وہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا انکار کردے یا ان کے خلاف عقاید کا اظہار کرے تو اس کو کافر ہی سمجھا جائے گا اس لیے علمائے امت متفق ہیں کہ یہاں گناہ سے مراد کفر کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں۔

اہل قبلہ کی تعریف

اہل قبلہ کی تعریف میں ہر وہ شخص شامل نہیں ہے جو محض قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرتا ہو بلکہ اہل قبلہ کی تعریف میں ہر وہ مسلمان شامل ہے جو قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرنے کے کیساتھ ساتھ تمام موجبات کفر اور عقاید باطلہ سے بھی پاک ہو۔ ورنہ مانعین زکوۃ کے خلاف قتال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد نہ ہوتا اور نہ ہی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا جاتا کیونکہ یہ دونوں گروہ نہ تو خود کو اسلام سے خارج سمجھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے زکوۃ کی فرضیت اور حضور رضی اللہ عنہ کی نبوت کی خاتمیت کے انکار کے سوا (بالترتیب) اسلام کے واجبات و فرائض میں سے کسی فرض و واجب کا انکار کیا تھا یا کسی اور عقیدۂ باطلہ کا اظہار کیا تھا۔ اس سے یہ بات بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان سے مراد وہ مسلمان ہیں جن سے موجبات کفر کا صدور نہیں ہوتا۔ خواہ وہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے میں تساہل اور تکاسل ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان تا عمر طاعات میں مشغول رہا ہو لیکن عقاید صالحہ اور حقہ میں سے کسی بھی عقیدے کا منکر ہو جائے جو ضروریات دین میں داخل ہے تو اس کی عمر بھر کی طاعات بھی اسے تکفیر سے نہیں بچا سکتیں۔ محقق ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تحریر الاصول میں اہل قبلہ کی تعریف کرتے ہوئے واضح کیا ہے:

هو الموافق على ما هو من ضروريات الاسلام كحدوث العالم و حشر الاجساد من غير ان يصدر عنه شيء من موجبات الكفر قطعا من اعتقاد	اہل قبلہ وہ ہے جو موافق ہو تمام ضروریات اسلام کے، جیسے عالم کا حدوث اور حشر اجساد، اس طرح پر کہ اس سے کوئی چیز موجبات کفر میں سے صادر نہ ہو، مثلاً ایسا اعتقاد ہو جو

راجع الی وجود اله غیر الله تعالیٰ او حلوله فی بعض اشخاص الناس او انکار نبوۃ محمد ﷺ او ذمه او استخفافه و نحوذلك المخالف فی أصول سواها (الی ان قال)وقد ظهر من هذا ان عدم تکفیر اهل القبلة بذهب لیس علی عمومه الا یحمل الذنب علی ما لیس بکفر فیخرج الکفر به کما اشارالیه السبکی

مفضی ہو حق تعالیٰ کیساتھ دوسرے خدا کے ماننے کو اور خدا تعالیٰ کے کسی شخص میں حلول کرنے کو، یا نبوۃ محمد ﷺ کے انکار کو، یا آپ ﷺ کی مذمت یا آپ ﷺ کے استخفاف کو اوراسی طرح کی اور باتیں (یہاں تک کہ مصنف فرماتے ہیں کہ) اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اہل قبلہ کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرنے کی حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے ہاں! اگر گناہ سے مراد کفر کے علاوہ لیا جاوے جیسا کہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے تو عموم مراد ہو سکتا ہے۔

شرح المقاصد میں اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے مسئلے کو یوں واضح کیا گیا ہے:

قال المبحث السابع فی حکم مخلف الحق من أهل القبلة لیس بکافر مالم یخالف ماهو من ضروریات الدین کحدوث العالم و حشر الأجساد

(شرح المقاصد:۵/۲۲۷)

ساتواں مبحث اس شخص کے حکم میں جو مخالف حق ہو، اہل قبلہ میں سے کہ وہ کافر نہیں جب تک مخالفت نہ کرے کسی چیز کی ضروریات دین میں سے جیسے عالم کا حادث ہونا اور حشر ونشر۔

اپنے کفر سے بے خبری کفر لازم آنے میں مانع نہیں

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقه اکبر میں، علامہ بزدوی نے کشف الاصول میں، امام سیف الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے الاحکام فی اصول الاحکام میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں "غایة التحقیق شرح اصول حسامی " سے یہ اقتباس بے حد اہم ہے۔

ان غلافيه حتى وجب الكفارة به لا يعتبر خلافه و وفاقه ايضاً لعدم دخوله فى مسمى لامة المشهود لها بالعصمة و ان صلى الى القبلة و اعتقد نفسه مسلمالان الامة ليست عبارة عن المصلين الى القبلة بل عن المومنين وهو كافروان كان لا يدرى انه كافر۔

(غایۃ التحقیق شرح اصول حسامی:۳۱۲)

اگر غلو کیا اپنی خواہشات نفسانیہ میں حتی کہ واجب ہوگئی اس کی تکفیر اس کی وجہ سے، اجماع میں اس کے خلاف یا مخالف کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر چہ وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو، کیونکہ امت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ مومنین کا نام ہے اور وہ کافر ہے اگر چہ اس کو اپنے کافر ہونے کا علم نہ ہو۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفر کا ارتکاب ایسے شخص سے بھی ہوسکتا ہے جو مداومت کیساتھ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہلاتا ہو بلکہ اپنے کافر ہونے کا یقین وعلم بھی نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس کے برعکس سلمان تاثیر تو اپنے ناجائز بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق کبھی نماز روزہ کے قریب بھی نہ گیا وہ نہ صرف کفریہ عقاید کا حامل تھا بلکہ ان کا اظہار بھی کرتا رہا تو اس کی تکفیر میں کیا شک ہوسکتا ہے خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کرتا رہے۔

تکذیب وکفر کی علامات

تکذیب وکفر کی علامات پائے جانے سے کفر لازم آجاتا ہے۔ اس حوالے سے شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:

وكذلك من باشر شيئامن امارات التكذيب كسجود الصنم والاهانة بامر شرعى وا لا ستهزاء عليه فليس من اهل القبلة

(النبراس:۵۷۳)

اور اسی طرح وہ شخص بھی اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرنے جو کہ تکذیب کی کھلی علامت ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے کہ جس سے امر شرعی کا استہزاء اور اہانت ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے۔

لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر کوئی مسلمان خواہ وہ عمر بھر طاعات میں مشغول رہا ہو جب حق تعالیٰ کے وجود کی نفی کر دے یا شرک کا ارتکاب کرے یا نبوت اور ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو جائے یا کسی مجمع علیہ امر کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شرح مواقف میں ہے:

لا یکفر اهل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه به بالضرورة او المجمع علیه کاستحلال المحرمات

(شرح مواقف:۲۴۴)

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ اس میں ضروریات دین کا انکار یا کسی ایسی چیز کا انکار لازم آئے جس پر اجماع ہو چکا ہے جیسے حرام اشیاء کو حلال سمجھنا۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے:

ولا یکفی أن المراد بقول علمائنا: لا نجوّز تکفیر أهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی فان الله تعالٰی ارسله الی علی رضی الله عنه و بعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین۔

(شرح فقہ اکبر:۱۶۲)

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہمارے علماء کے اس قول کی مراد کہ: اہل قبلہ کی تکفیر کسی گناہ کے سبب جائز نہیں، محض قبلہ کی طرف رخ کر لینے کی نہیں، کیونکہ بعض متشدد روافض ایسے ہیں جو مدعی ہیں کہ جبرئیل نے وحی لانے میں غلطی کی کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور بعض روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معبود ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں مگر مومن نہیں۔

لہٰذا یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ امور شرعی کا استہزاء اور اہانت کرنے والا اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔

سلمان تاثیر نے شرعی حد کے طور پر نافذ قانون کو کالا قانون کہا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت قرار دیا لہٰذا اس کا یہ فعل استخفاف شریعت اور شرعی امور کے استہزا اور اہانت پر مبنی ہے جس سے اس کے کفر و ارتداد میں کوئی شک نہیں رہ جاتا پھر اس نے اپنی بیٹی کی

گواہی کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی دفعہ کی مخالفت کی تھی اور وہ اس آئینی دفعہ کو ختم کروانے کے درپے بھی تھا۔

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم نہیں سمجھتا تھا حالانکہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار نصوص صریحہ کا انکار ہے بلکہ اجماع کا انکار بھی ہے کیونکہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت الجواھر میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا اس عقیدے کا منکر کافر ہے ان وجوہ کفر کے علاوہ شتم رسالت کی وجہ سے اس کے کفر وارتداد میں بھی کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے جو لوگ ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ سلمان تاثیر کے اقوال وافعال سے اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب ثابت نہیں ہوتا وہ یہ بات جان لیں کہ اس سے ہونے والی توہین رسالت اور استخفاف شریعت کی نوعیت آسیہ ملعونہ کے گستاخانہ جملوں سے کم تر نہیں ہے بلکہ اپنی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر ہے یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ دائرہ اسلام سے نکلنے یا کافر ہونے کے لیے قصد وارادہ ضروری نہیں ہے کیونکہ بظاہر کوئی شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا قصد وارادہ تو کفر کا نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کی کوئی حرکت یا اقدام اس کو کافر بنا دیتا ہے شیطان رجیم کا معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ اس نے بھی کافر ہونے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا لیکن اس کی ایک حرکت نے اسے کافر بنا دیا اور قرآن حکیم نے اس کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

و کان من الکفرین — اور تھا وہ کافروں میں سے۔

(البقرۃ:۳۴)

کفریہ عقیدہ کی تاویل سے کفر نہیں ٹلتا

اگر کوئی اپنے کفریہ عقیدہ کی تاویل بھی کرے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ کسی بھی تاویل کیساتھ ضروریات دین کا انکار کرنا یا عقیدہ باطلہ کا حامل ہونا کسی کو کفر سے بچا نہیں سکتا اگر ضروریات دین میں تاویل کو مان لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا شخص بچے جسے کافر قرار دیا جا سکے حتی کہ خود شیطان رجیم نے بھی جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو یہ تاویل پیش کی تھی کہ:

خلقتنی من نار و خلقته من طین — مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔ (ص:۷۶)

بت پرست اور مشرکین بھی اپنی بت پرستی اور مشرکانہ عقاید کی تاویل یہ کرتے تھے کہ بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب کردیں قرآن حکیم نے ان کی اس مفسدانہ تاویل کا ذکر کیا ہے:

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر:۳) — ہم بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ضروریات دین کے انکار پر کوئی تاویل قبول نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی یہ تاویل منکرین کو کفر سے بچاسکتی ہے۔

یہ معاملہ تو قبل توبہ کا ہے

بعض حضرات نے یہ مغمصہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ سلمان تاثیر اگر گستاخ رسول بھی تھا تو اسے توبہ کا موقع دیا جانا چاہیے تھا کیونکہ احناف شاتم پر مرتد کا حکم لگاتے ہیں اور مرتد کو توبہ کا موقع دیا جانا ضروری ہے ان کا یہ کہنا کہ احناف شاتم پر مرتد کا حکم لگاتے ہیں سخت مغالطہ انگیز ہے کیونکہ جمہور احناف گستاخ اور شاتم رسول پر مرتد خاص کا حکم لگاتے ہیں اور اسے زندیق قرار دیتے ہیں جس کی توبہ مقبول نہیں ہے کئی متقدمین اور اکثر متاخرین احناف کا یہی موقف ہے جبکہ چند متقدمین اسے عام مرتد بھی سمجھتے ہیں لیکن احناف کے مابین پائے جانے والے اس اختلاف کا کوئی اثر سلمان تاثیر کے مسئلہ پر نہیں پڑتا کیونکہ اس سے کفریہ اور گستاخانہ کلمات صادر ہونے کے بعد کئی علماء نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تھا لیکن وہ اپنے کفر و شتم پر مصر رہا بلکہ شرعی فتووں کا استخفاف کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عام مرتد سے بھی توبہ کا مطالبہ کرنا احناف کے نزدیک مستحب ہے واجب نہیں ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر گستاخ مسلمان کو چند فقہائے احناف کی رائے کے مطابق عام مرتد بھی قرار دیا جائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے اگر کوئی شخص ایسے مرتد کو توبہ کے مطالبہ کے بغیر بھی قتل کردیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص و دیت نہیں صرف ترک مستحب کی وجہ سے

کراہت واقع ہو جاتی ہے اور یہ معاملہ بھی ایک عام مرتد کا ہے جبکہ شاتم کو تو جمہور فقہائے احناف مرتد خاص قرار دیتے ہیں اور اس کو توبہ کی قبولیت کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں اس حوالے سے راقم کا تفصیلی موقف سوئے حجاز میں دو اقساط میں شائع ہو چکا ہے فقہائے احناف کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب لان الدعوة بلغه

(الهدایہ: ۴/۵۸۴)

مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں کیونکہ دعوت اسے پہنچ چکی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره و لاشئی علی القاتل ومعنی الکراهة ههنا ترك المستحب و انتفاء الضمان لان الکفر مبیح للقتل و العرض بعد بلوغ الدعوة غیر واجب

(الهدایہ: ۴/۵۸۴)

اگر اسے اسلام پیش کرنے سے قبل قتل کر دیا گیا تو اس میں کراہت ہے لیکن قاتل پر کوئی شے (دیت یا قصاص) نہیں ہے اور کراہت کا معنی یہ ہے کہ ایک مستحب ترک ہوا ہے کیونکہ کفر قتل کو مباح کر دیتا ہے اور اسلام کا پیش کرنا بلوغ دعوت کے بعد لازم نہیں۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں:

فیستحب عند الحنیفة ان یستتاب المرتد و یعرض علیه الاسلام لاحتمال ان یسلم لکن لایجب

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/۵۵۸)

احناف کے نزدیک مستحب ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے اس احتمال سے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

کافر کی عدم تکفیر سے بھی کفر لازم آتا ہے

جو لوگ مختلف دلائل شرعی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تکفیر مسلم میں

سخت حزم واحتیاط ضروری ہے تو اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ کسی مسلمان کو بلاوجہ کافر کہنے سے کافر کہنے والا کا اپنا ایمان ضائع ہوسکتا ہے خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے تو دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہوجاتا ہے۔

یعنی اگر وہ شخص جس کی تکفیر کی جائے وہ مستحق کفر ہو اور فی الواقع کافر ہو تو وہ کافر ٹھہرتا ہے بصورت دیگر تکفیر کرنے والے پر کفر لوٹ جاتا ہے کیونکہ اگر کسی مسلمان کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں ہے تو اس کے سب عقائد ایمان پر محمول ہوں گے ایسے شخص کو کافر کہنا دراصل ایمان کو کفر کہنا ہے اور ایمان کو کفر کہنا بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله — اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ (المائدۃ:۵)

لہٰذا کسی بھی مسلم کی تکفیر یقیناً گہرے غور فکر اور تدبر کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ کسی کی تکفیر کرنے میں لغزش خود تکفیر کرنے والے کے لیے خطرہ ایمان ہے لیکن حزم واحتیاط کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر ہی نہ کہا جائے خواہ اس سے کفر صریح کا صدور بھی ہوجائے کیونکہ اللہ رب العزت نے خود حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو کافر قرار دیدیں ارشار باری تعالیٰ:

قل یایها الکفرون — آپ فرمادیجیے کہ اے کافرو!

(کافرون:۱)

پھر قرآن حکیم میں یہ تصریح بھی ہے:

فمنکم کافرو منکم مومن — بعض تم میں کافر ہیں اور بعض تم میں مومن۔

(التغابن:۲)

لہٰذا تکفیر مسلم میں حزم واحتیاط کا یہ معنی باطل ہے کہ کسی اہل قبلہ کے کفر صریح پر بھی اس کی تکفیر نہ کی جائے کیونکہ جس طرح ایمان کو بلاوجہ کفر قرار دینا کفر ہے اسی طرح کفر کو بھی بلاوجہ ایمان قرار دینا بھی کفر ہی ہے۔

اس لیے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں امام الحرمین کیا یہ قول نقل کیا ہے۔

(لان ادخال كافر في الملة) الاسلامية (أو اخراج مسلم عنها عظيم في الدين) — کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں سخت چیزیں ہیں۔ (شرح شفا:۲/۵۰۲)

امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من قال: لا أعرف الكافر كافراً فهو الكافر — جس نے یہ کہا کہ میں کافر کو کافر نہیں سمجھتا تو وہ خود کافر ہے۔ (شرح بدء الامالی ۳۵)

اس طرح شاتم کے کافر ہونے میں شک کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے فقہا کے ہاں یہ الفاظ مشہور ہیں:

من شك في كفره وعذابه فقد كفر — جس نے اس (شاتم) کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔

امام ابن سحنون مالکی کا یہ قول قاضی عیاض نے الشفاء میں اور شیخ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں نقل کیا ہے احناف میں سے بھی امام حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المختار میں اور علامہ ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں امام ابن سحنون کا یہ قول نقل کیا ہے اور امام شامی نے تو ان کے حوالے سے اس بات پر اجماع بھی نقل کیا ہے لہٰذا ان تصریحات سے یہ بات آشکار ہو گئی کہ کسی مسلمان کا کفر صریح دیکھ کر بھی اُسے کافر نہ کہنا بھی تکفیر سے ہاتھ روکنے والے کے لیے خطرۂ ایمان ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے جہاں بھی کسی سے کفر صریح کا صدور دیکھا تو اس کی تکفیر کرنے میں سکوت اختیار نہ فرمایا۔

کافر کی تکفیر نہ کرنے کا ضرر زیادہ ہے

پھر مضرت کے اعتبار سے کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر قرار دینے کے ضرر سے کسی کافر کو بلا وجہ دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا ضرر کہیں زیادہ ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں یعنی مسلمان کی بلا وجہ تکفیر اور کافر کو بلا وجہ مسلمان قرار دینے میں خطرۂ ایمان تو یکساں ہے لیکن کافر کو بلا وجہ مسلمان قرار دینے کی صورت میں مضرت کا دائرہ صرف اس کی تکفیر سے ہاتھ کھینچنے والے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات پوری ملت اور اسلامی معاشرے پر مترتب ہوتے ہیں نکاح، نسب،

میراث، ذبیحہ، امامت نماز اور سیاسی حقوق سبھی کچھ متاثر ہوتا ہے لہذا اس سلسلے میں معمولی سا تساہل بھی امت کو بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے چنانچہ جن علمائے کرام نے سلمان تاثیر پر کفر وارتداد اور گستاخی رسالتمآب ﷺ کا حکم لگایا وہ یقیناً راہ صواب پر ہیں اور انہوں نے بروقت اس کی تکفیر کر کے اپنا علمی و مذہبی فریضہ ادا کیا کیونکہ ایسے شخص کو ملت اسلامیہ میں داخل سمجھنا پوری ملت کے لیے دوررس نتائج وعواقب کا حامل تھا پاکستان کے جمہور مسلمانوں نے اس کے جنازے میں شرکت نہ کی۔ متعدد علمائے کرام نے اس کا جنازہ پڑھانے سے صاف معذرت کر لی۔ اگر کسی نے اس کے لیے منعقد کی جانے والی تعزیتی مجلس میں بھی شرکت کر لی تو اسے توبہ اور تجدید ایمان کے عمل سے گزرنا پڑا۔ اس کی تعزیت کرنے والوں میں بھی زیادہ تر غیر مسلم ہی تھے۔ چشم بصیرت رکھنے والوں کے لیے یہ سب کچھ کافی ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

اس کے باوجود جنھوں نے ہم نہ مانیں کی رٹ لگا رکھی ہے اور ایک شاتم و مرتد کے ساتھ موالات کا اظہار کر رہے ہیں اور علمائے امت کو غیر محتاط اور جاہل قرار دے رہے ہیں بلکہ انہیں ان کی نا کردہ بے احتیاطی کے نتائج وعواقب سے بھی ڈرا رہے ہیں۔ ہماری اس تحریر کی روشنی میں انہیں یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ وہ خود کہاں کھڑے ہیں؟ اور ان کی یہ نام نہاد احتیاط علم کا زعم اور جھوٹی انا نے انہیں اس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ بقول غالب:

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر　　کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

کاش وہ علمائے امت کو ڈرانے کی بجائے خود اللہ کا خوف کھاتے اور کفر کو ایمان سمجھنے سے باز آجاتے ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پوری قوم کے روبرو یہ دعا مانگیں کہ اللہ ان کا حشر سلمان تاثیر کے ساتھ کر دے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارا حشر غازی ممتاز حسین قادری کے ساتھ کرے۔ ان کے نزدیک غازی ممتاز حسین قادری ظالم ہے اور سلمان تاثیر مظلوم تو پھر انہیں ایک مظلوم کے ساتھ حشر کا آرزومند ہونے میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے؟ اگر انہیں یہ یقین حاصل ہے کہ وہ راہ صواب پر ہیں تو ہمارا مطالبہ پورا کریں بصورت دیگر ہم یہ چند کلمات بغرض نصیحت وخیر خواہی عرض کیے دیتے ہیں کہ اپنی انا کو اپنے ایمان سے عزیز نہ رکھیں اور اسے حضور ختمی مرتبت ﷺ کی

ناموس پر قربان کردیں کیونکہ اس راہ پر موت بھی آجائے تو وہ حیات جاوداں ہے اس کے برعکس عالم کفر کے سائے تلے زندہ رہنے سے بھی حرص وہوا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

حفیظ نے کیا خوب کہا تھا:

جی کے ہوس کو کیا ملا مرگ دوام کے سوا مر کے حیات جاوداں عشق کو مل گئی حفیظ

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ؒ کا پیغام بھی سن لیں:

شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے

اب انہوں نے پینترا بدلتے ہوئے غازی ممتاز حسین قادری کیساتھ ایک گونہ نرم گوشہ اختیار کیا ہے لیکن معاف کیجیے اس سے ان کی دورنگی کھل کر سامنے آگئی ہے اور ان کی پوزیشن مزید خراب ہوگئی ہے ایسی ہی صورتحال کے لیے کسی نے کہا ہے کہ:

یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا عشق قاتل سے مقتول سے ہمدردی بھی

حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا سجدہ خالق کو بھی ابلیس سے یارانہ بھی

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس پرفتن دور میں ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

صدق اللہ العظیم

مومن کی زندگی ناموسِ رسالت کی امانت ہے ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ.ـ. غازی کا پیغام



ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن